ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی کی

ایمان سوز فریب کاریاں (۲)

از جناب سید بادشاہ تبسم بخاری صاحب مدظلہ،

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہٗ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم

کتاب "غایۃ المامول" پر مزید ۱۳ علماء مدینہ منورہ کے جعلی تصدیقی دستخط نقل کر کے علماء دیوبند نے اپنی گستاخانہ عبارات پر فتوئ کفر کی تقریظ و تصدیق کرنے والے علماء حجاز کی تعداد میں اور اضافہ کر دیا جس کو تمام علمائے دیوبند نے خود بھی تسلیم کر لیا تبھی تو وہ اسے خود چھاپ رہے ہیں اور خود ہی عربی عبارات کا ترجمہ بھی کر رہے ہیں۔ دیوبندیوں نے اپنے اوپر یہ فتویٰ یوں تسلیم کر لیا کہ "غایۃ المامول" کے منقولات میں علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات اور ان کے مصنفین کے نام اور پھر ان پر ایک بار علامہ برزنجی کا فتویٰ کفر بھی موجود ہے۔ امام احمد رضا بریلوی سے مسئلہ علم غیب میں اختلاف کے باوجود علامہ برزنجی کا علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات پر فتوئ کفر میں مولانا احمد رضا خاں کی تائید و توثیق کرنا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ علماء حرمین نے علی وجہ البصیرت خوب تحقیق کر کے اور بڑے غور و فکر کے ساتھ علماء دیوبند پر کفر کا فتویٰ دیا ہے۔

اس طرح دیوبندیوں کا یہ الزام بھی بے بنیاد ثابت ہو گیا کہ علمائے عرب نے عاجزی و انکساری سے متاثر ہو کر یا سادہ لوحی کے باعث دھوکے میں آکر فتوے دیئے جیسا کہ ڈاکٹر صاحب مدنی صاحب کی سنّت ادا کرتے ہوئے ہوا میں تیر چلا رہے ہیں۔ جاتے جاتے "مقدمہ شہاب ثاقب" کے یہ الفاظ بھی ملاحظہ فرماتے جائیے:۔

"علماءِ دیوبند کی تکفیر کے مسئلہ میں علماءِ حرمین شریفین میں سے صرف ۲۶ علماء کرام نے احمد رضا خاں صاحب کی بظاہر غیر مشروط تائید و تصدیق کی ہے۔" لے

ڈاکٹر صاحب ابھی بتا دیجئے کہ جب غایۃ المامول آپ کے بزرگوں کے ہاتھ لگی تھی اور اس میں آپ کے علمائے دیوبند پر مفتی صاحب نے نام لے کر فتویٰ کفر دیا تھا تو کیا آپ کے بزرگوں میں سے کوئی ایسا شخص بھی تھا جو فوراً عرب شریف جا نکلا ہو اور تحذیر الناس وغیرہ ساتھ لے کر گیا ہو تاکہ مفتی سید برزنجی کو آگاہ کیا جا سکے کہ جناب! آپ نے ایک بار پھر ہمیں اپنے فتوے میں دھر لیا ہے۔ دیکھیے یہ ہیں وہ کتابیں، ان میں کہیں بھی وہ عبارات درج نہیں جن پہ فتویٰ کفر ہے۔ کیا ایسا ہوا؟ اگر نہیں تو کیوں؟

بہر حال "مطالعہ بریلویت" جلد دوم کے شروع کے ایک صد صفحات امام احمد رضا بریلوی کی پُر وقار شخصیت کو داغدار کرنے کی کوشش میں صائع کئے گئے۔ امام احمد رضا کی کسی عبارت کا کوئی ایک آدھ ٹکڑا لے کر خوب پھبتیاں اڑائی گئیں، فحش کلامی کا مظاہرہ کیا گیا اور اپنی بات کی تائید میں خود اپنی دیوبندی کتب یا کسی اور مخالف امام

لے مقدمہ شہاب ثاقب صفحہ ۷ ناشر انجمن ارشاد المسلمین

احمد رضا کے حوالوں کو بنیاد بنا کر بے شمار طنز کے تیر برسائے گئے۔ یہ کتاب ایک خصوصی پلان کے تحت لکھی گئی ہے اور اس میں فقط ڈاکٹر صاحب نہیں بلکہ کئی ہاتھ کارفرما نظر آتے ہیں۔ اس پلان کا مرکزی خیال ہی یہ ہے کہ عوام الناس کو جس قدر بھی دھوکے اور فریب سے گمراہ کیا جا سکتا ہے، امام احمد رضا کو بدنام کر کے عوام کو گمراہی کے تاریک گڑھوں میں دھکیل دیا جائے اور اس پلان میں کام آنے والے دیوبندی ذہن خوب جانتے ہیں کہ عوام الناس میں سے کس نے امام احمد رضا کی کتب خریدیں ہیں اور کس نے بیسیوں کتب کے حوالے ایک ایک کر کے دیکھنے ہیں لہٰذا جتنی منافقت سے کام لیا جا سکتا ہے لے لو۔ خیر! آفتاب و ماہتاب کا تھوکا منہ پہ آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیبِ مکرم، رحمتِ عالم محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل مسلمانانِ عالم کو ان کے دھوکے اور فریب سے محفوظ و مامون رکھے اور بقول بندۂ ناچیز

ے ہاتھ اُٹھا کر رات دن مانگا کریں یہ بھی دُعا
اے خدا دیوبندیوں کے شر سے تو ہم کو بچا

ڈاکٹر خالد محمود صاحب چونکہ ہر صفحے کے اندر جوڑ توڑ اور فریب کاری کے من بھاتے کھیل میں مصروف رہے اس لیے جی تو چاہتا ہے کہ کوئی صفحہ بغیر جواب کے نہ رہنے دیا جائے مگر یہ مضمون اتنی تفصیل کا متحمل نہیں ہو سکتا لہٰذا فریب کاریوں اور جوڑ توڑ کی چند مثالوں پہ ہی اکتفا کیا جا رہا ہے۔

① ترجمۂ کنز الایمان

ڈاکٹر صاحب ''کنز الایمان ترجمہ قرآن نہیں'' کا عنوان دے کر مقدمہ کنز الایمان کے حوالے سے رقمطراز ہیں:۔

''لفظ بلفظ ترجمہ کرنے کے سبب حرمتِ قرآن، عصمتِ انبیاء،

اور وقارِ انسانیت کو بھی ٹھیس پہنچتی ہے اور .... انہی تراجم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ بعض امور کا علم اللہ ربّ العزت کو بھی نہیں ہوتا۔" (مقدمہ کنز الایمان صفحہ ۱)

غور کیجئے یہ جرح کیا بعینہٖ وہی نہیں جو پادری عبدالحق نے عربی دان ہونے کی حیثیت سے قرآن پر کی تھی اور ان بریلوی علماء نے اردو دان ہونے کی حیثیت سے ان اردو تراجم کے ذمہ لگا دی؟" [1]

دیکھنا یہ ہے کہ پادری عبدالحق عربی دان نے کیا جرح کی تھی وہ بھی خود ڈاکٹر صاحب ہی نے نقل کر دی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ پادری عبدالحق کہتا ہے:-

"قرآن کا مطالعہ کریں تو کوئی نقص نہیں جو خدا میں نہ ہو اور کوئی عیب نہیں جو اس کے انبیاء میں نہ ہو، محمدی علماء تفسیروں میں ان تمام آیتوں کی تاویلیں کرتے ہیں لیکن قرآن کے الفاظ جوں کے توں ہیں اور وہ ہمارے دعوے کی تائید کرتے ہیں، مسلمانوں کا قرآن کچھ کہتا ہے اور ان کی تفسیریں کچھ، سو نجات کی راہ صحفِ مقدسہ میں ہے۔ (صحفِ مقدسہ صفحہ ۱۷)" [2]

قرآن کریم کسی بندے کا کلام نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے۔ اس کے الفاظ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ ان کی فصاحت و بلاغت، ان کے حقیقی معنیٰ اور ان کی اصلی مراد اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں، جتنا کچھ امت کو بتانے کی ضرورت محسوس کی گئی وہ بواسطۂ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بتا دیا گیا۔ بہت سے الفاظ

---

[1] مطالعۂ بریلویت جلد دوم صفحہ ۹۸۔

[2] ایضاً صفحہ ۹۶، ۹۷ ÷

ایسے ہیں جو لغت عرب سے لیے گئے مگر اُن کے معنیٰ وہ نہیں جو لغت میں ہیں بلکہ قرآن کے اپنے معنیٰ ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے جو مقدمہ کنزالایمان کی عبارت دی ہے اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ترجمہ : ایسا ہو جس سے حرمتِ قرآن بھی باقی رہے اور عصمتِ انبیاء بھی، یعنی ترجمے میں کوئی ایسا لفظ نہ آنے پائے جس میں اللہ و رسول (جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی گستاخی ثابت ہو۔ اللہ رب العزت نے جو کلام پاک اُتارا ہے وہ اُس کے الفاظ و معانی کی تفصیل مخلوق سے زیادہ جانتا ہے۔ مگر مخلوق خصوصًا اُمتِ محمدیہ کو زیبا نہیں کہ وہ ترجمہ کرتے وقت آدابِ توحید و رسالت کو بھول جائے کہ یہی تعظیم و ادب ہی اس کا طرۂ امتیاز ہے۔ ایسے الفاظ ترجمہ میں شامل ہی کیوں کیے جائیں جو ہماری زبان میں اچھے معنوں میں مستعمل نہیں۔ یہ تو مطلب ہوا مقدمہ کنزالایمان کی عبارت کا، جب کہ دوسری طرف پادری عبدالحق صاحب براہِ راست قرآن مجید کے عربی الفاظ پر ہی معترض ہیں کہ قرآن کچھ کہتا ہے اور تفسیر کچھ۔ یعنی وہ بے چارہ اپنی عقل پر ہی بھروسہ کر کے بیٹھ گیا ہے کہ جو سامنے نظر آرہا ہے اس کی اصلیت بھی وہی ظاہر کی طرح ہے۔ گویا پادری صاحب نے جان لیا کہ بس اس کے علاوہ کوئی دوسرے معنیٰ تو متعین ہو ہی نہیں سکتے۔ انہوں نے اپنی کم علمی و کم فہمی سے اللہ کے کلام کے الفاظ کو اپنی عقل کی روشنی میں پرکھا اور اپنی عقل کے زور پر ہی اُن کے معنیٰ محدود و مخصوص کر لیے۔ لہٰذا مقدمہ کنزالایمان کی عبارت پادری صاحب کی عبارت میں مشرق و مغرب کا فرق ہے۔ اور اگر ڈاکٹر صاحب برنائے تعصب پھر بھی بضد ہیں تو بتائیں کہ اگر تفاسیر کے اندر تاویلوں کے ذریعے حرمتِ قرآن اور عصمتِ انبیاء کو بچایا جا سکتا ہے تو ترجمہ کے اندر ہی اس

کلمے کو قائم کر لینا کیونکر درست اور جائز نہ ٹھہرے گا؟ قرآن مجید کے عربی لفظ کی جو مراد آپ دوسرے قدم پر جا کر لیتے ہیں وہی مراد اگر پہلے قدم یعنی ترجمہ ہی میں لے لی جائے تو کون سی تحریف ہو جائے گی؟ جو معنیٰ تفاسیر کے مطابق ہو کیا وہ معنیٰ غلط ہو جائے گا؟ چونکہ آپ کے علماء دیوبند نے اپنے تراجم میں قرآنی الفاظ "مکر" کا معنیٰ فریب کیا۔ "ضالاً" کا معنیٰ "بھٹکتا ہوا" کیا، "ذنب" کے معنیٰ گناہ کیا اور ان سب کی نسبت اللہ و رسول کی طرف کر دی۔ اس لیے اب آپ اس بات پہ بہت زور دے رہے ہیں کہ جب ان کے لغظی معنیٰ یہی بنتے ہیں اور لفظی ترجمہ یہی نکلتا ہے تو وہ کیا کرتے۔ تو عرض ہے کہ وہ وہی کچھ کرتے جو انہوں نے صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج اور جہاد کے معنوں میں کیا ہے۔ اگر آپ کے نزدیک لفظی ترجمۂ قرآن ہی درست ہے تو پھر صلوٰۃ کے معنیٰ نماز نہیں بلکہ مطلق "دُعا" ہے، زکوٰۃ کا مطلب مطلق "زیادتی" ہے، صوم کا مطلب مطلق "بندش" ہے۔ حج کا ترجمہ مطلق "قصد" ہے اور جہاد کا ترجمہ مطلق "مشقّت" ہے۔ بتلائیے اس کے لفظی ترجمے کیوں نہیں کئے گئے۔ آپ کے قول کے مطابق تو اگر صلوٰۃ سے مراد نماز لینا تھی تو تفسیر کے اندر لی جاتی نہ کہ ترجمہ میں۔ علیٰ ہذا القیاس دیگر الفاظ کا ترجمہ لفظی کر دیا جاتا اور جو مراد تھی وہ تفاسیر میں پیش کی جاتی، آپ کے علمائے دیوبند نے ایسا کیونکر نہیں کیا؟ اور سوچنے کی بات یہ بھی ہے کہ جس بیچارے کے پاس کوئی تفسیر ہی نہ ہو وہ کیا کرے، کیا وہ لفظی ترجمے پر ہی عمل کرے اور اُن کے معنیٰ وہی سمجھے جو آپ کے علماء نے ترجمے میں پیش فرما دیئے ہیں؟ سیدھے ہاتھ کیوں نہیں مان لیتے کہ ترجمہ لغوی شرعاً معتبر نہیں ہوتا بلکہ ترجمہ اصطلاحی شرعاً معتبر ہوا کرتا ہے۔ دیکھئے آپ کے حکیم الاسلام قاری محمد طیّب قاسمی لکھتے ہیں:-

"روایت میں آیا ہے کہ جب روزہ کے بارے میں آیت نازل ہوئی ابتداء میں یہ حکم تھا کہ رات کو سو کر جب بھی آنکھ کھلے، اس وقت سے لگلے افطار تک بیچ میں کھانا پینا منع ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں تخفیف فرمائی اور ارشاد فرمایا۔۔ حتیٰ کلوا واشربوا یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر یعنی صبح کاذب کے بعد جب صبح صادق کا اُجالا ظاہر ہو تو اب کھانے پینے سے رُک جاؤ، اور روزہ کی نیت کرو۔

اس آیت کے نزول کے بعد لوگوں نے دو قسم کے دھاگے کالے اور سفید تیار کرائے اور سرہانے رکھ لیے۔ جب سفید دھاگا کالے دھاگے سے تمیز ہو جاتا، تب کھانا پینا بند کرتے۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کے دھاگے تیار کرائے اور تکیے کے نیچے رکھ دیئے، ان کو دیکھتے رہے جب کالا دھاگہ سفید دھاگہ سے بالکل ممتاز نظر آتا، تو روزہ کی نیت کرتے حالانکہ اس وقت صبح صادق ہوئے خاصا وقت پندرہ[۱۵] بیس[۲۰] منٹ گزر چکے ہوتے۔

ان حضرات نے باعتبارِ لغت یہ صورت اختیار کی تھی تو لغوی اعتبار سے غلط بھی نہ تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی چونکہ یہ مراد نہ تھی اس لیے سب کی دلجمعی نہ ہوئی اور معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے حضرت عدی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا۔ اے عدی! تم کیا صورت کرتے ہو؟

انہوں نے عرض کیا میں نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کُلُوْا وَاشْرَبُوْا کے نازل ہونے کے بعد دو ڈورے اپنے تکیے کے نیچے رکھ لیے ہیں اور انہیں دیکھتا رہتا ہوں۔ جب تک کالا ڈورا سفید ڈورے سے ممتاز نہ ہو جائے کھاتا پیتا رہتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے عدی! تمہارا تکیہ بڑا وسیع ہے کہ اس میں دن رات چھپ گئے۔ کیونکہ کالے ڈورے سے رات مراد ہے اور سفید ڈورے سے مراد دن ہے۔ دھاگوں کے ڈورے مراد نہیں۔ اس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہاں لغوی معنی مراد نہیں ہے۔[1]

اس کے بعد متصل ہی قاری محمد طیب صاحب فرماتے ہیں:۔

"یہیں سے معلوم ہوا کہ لفظ کے ایک لغوی معنی ہوتے ہیں اور ایک مرادی۔ قرآن مجید اُترا تو لغتِ عربی میں ہے۔ لیکن ہر جگہ لغت مراد نہیں۔ بعض جگہ قرآن کریم نے لغت تو زبان عرب سے لیا مگر معنیٰ اس کے اندر اپنے ڈالے اور وہی مرادی معنیٰ کہلاتے ہیں۔"[2]

قاری صاحب کا یہ پیرا بھی پڑھنے کے قابل ہے، فرماتے ہیں:۔

"اگر مرادی معنیٰ ضروری نہ ہوتے، لغوی معنیٰ ہی کافی ہوتے، تو اتنا کافی ہوتا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام قرآن مجید کا نسخہ لاتے، بیت اللہ کے چھت پر رکھ دیتے اور اعلان کر دیتے۔ اے لوگو! تم روحانی مریض ہو۔ یہ تمہارے لیے نسخۂ شفا ہے۔ تم زبان داں ہو، عربی سمجھتے ہو، اس کتاب کو دیکھ دیکھ کر اپنا علاج کر لیا کرو۔ پھر پیغمبر مبعوث کرنے کی ضرورت بھی نہ تھی، مگر مسائل کہیں بھی لغت سے حل نہیں ہوا کرتے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ وہ لغت سے اللہ کی مراد متعین کر کے لوگوں کو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ کی مراد کیا ہے اور اللہ کے نزدیک اس آیت کا کیا مطلب ہے؟"[3]

---

[1] خطبات حکیم الاسلام جلد دوم صفحہ ۲۷/۲۸ کتب خانہ مجیدیہ ملتان۔
[2] ایضاً صفحہ ۲۸۔
[3] ایضاً صفحہ ۲۹۔

ڈاکٹر صاحب ! اپنے حکیم الاسلام کی عبارت کا ایک ایک لفظ غور سے پڑھیے اور پھر بتلیے کہ کیا لفظی ولغوی ترجمہ شرعاً معتبر اور درست سمجھا جا سکتا ہے ؟ اگر نہیں تو جہاں امام احمد رضا نے مرادی معنیٰ لے کر ترجمہ کیا ہے وہ کیونکر درست نہ سمجھا جائے گا۔ تو کیا اب پادری عبدالحق کی عبارت کو بھی آپ کے حکیم الاسلام صاحب کی عبارت کے ساتھ یہ کہہ کر منطبق کر دیا جائے کہ عبدالحق پادری کو بھی لفظوں پر اعتراض ہے کہ ان کے معنیٰ صحیح نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور انبیاء میں عیب و نقص پائے جاتے ہیں اور قاری صاحب بھی کہتے ہیں کہ اصل معنیٰ تو وہی لغت والا ہے مگر مرادی معنیٰ کوئی اور ہے یعنی قاری صاحب بھی تو یہی کہتے ہیں کہ جو کچھ نظر آرہا ہے یہ اصل معنیٰ نہیں مراد کوئی اور ہے اور اصل معنیٰ اسی لیے نہیں کہ اس سے حرمت قرآن اور عصمت انبیاء باقی نہیں رہتی کوئی خرابی ایسی ضرور واقع ہوتی ہے کہ قاری صاحب مرادی معنیٰ ہی کی طرف زور دیتے ہیں اور اسی کو معتبر سمجھتے ہیں۔

۴ رحمانی کلام میں انسانی کلام

مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کا ترجمہ پیش کر کے ڈاکٹر صاحب نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ ترجمۂ قرآن میں اپنے الفاظ شامل کرنا بہت بڑی زیادتی بلکہ تحریف قرآن ہے۔ سورہ الرحمٰن کی ابتدائی آیات کا ترجمۂ کنز الایمان نقل کر کے آپ فرماتے ہیں:-

"یہ قرآن پر ایک بڑا ظلم ہے، رحمانی کلام میں انسانی کلام کو ملانا ہے، اس قسم کا اضافہ ترجمۂ قرآن میں ایک کھلی تحریف ہے۔"[1]

اس سے قبل آپ نے ایک جگہ یہ بھی فرمایا ہے:-

---

[1] مطالعۂ بریلویت جلد دوم صد ۱۰۳ ؎

"اپنی طرف سے کوئی الفاظ ڈالا ہو تو اُسے ( ) بریکٹ میں لکھتے ہیں تا کہ اُسے کسی لفظ کا ترجمہ نہ سمجھا جائے۔" [1]

اصل مسئلہ یہ ہے کہ تحریف اس وقت متصوّر ہو گی جب کوئی لفظ معنیٰ میں بگاڑ پیدا کردے اور مطلب و مفہوم اُلٹ ہو جائے۔ بغیر بریکٹ کے اردو الفاظ کا ترجمہ میں زیادہ ہو جانا محض وضاحت سمجھی جاتی ہے، تحریف نہیں۔ اور اگر تحریف ہی ہے تو پھر یہ ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:۔

(الف) وَاسْتَغْفِرْهُ ط سورۃ النصر پارہ ۳۰

ترجمہ محمود الحسن:۔ "اور گناہ بخشوا اس سے۔"

بتائیے "گناہ" کس قرآنی لفظ کا ترجمہ ہے؟ بقول آپ کے رحمانی کلام میں انسانی کلام کا اضافہ ہو گیا۔ دوسرے یہ بغیر بریکٹ کے ہے، لہٰذا بقول آپ کے یہ بھی تحریف ہے۔ تیسرے یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ نے تو محض یہ حکم دیا کہ اے میرے محبوب! تم بخشش چاہو۔ مگر محمود الحسن صاحب نے ساتھ لفظ "گناہ" لکھ کر اس کی نسبت بھی حضور کی طرف کر دی۔ سورۃ الفتح میں تو "ذنب" کا لفظ عربی میں بھی موجود تھا۔ جس سے آپ استدلال کرتے ہیں کہ ذنب کے معنیٰ گناہ کئے گئے یہاں وَاسْتَغْفِرْهُ میں "گناہ" کے لفظ کا اضافہ کر کے اسے ذاتِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کیونکر منسوب کر دیا گیا؟ طبعی تقاضا ہی کہا جا سکتا ہے ورنہ قرآن میں تو یہ لفظ نہ تھا۔

(ب) وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ سورۃ الانشقاق پارہ ۳۰۔

ترجمہ محمود الحسن:۔ "اور سن لے حکم اپنے رب کا اور وہ آسمان اسی لائق ہے۔"

[1] مطالعہ بریلویت جلد دوم صفحہ ۱۰۰

بتائیے "آسمان" کس قرآنی لفظ کا ترجمہ ہے۔

(ج) كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ سورۃ الانفطار پارہ ۳۰۔

ترجمہ محمود الحسن :۔ "عزت والے عمل لکھنے والے۔"

بتائیے "عمل" کس قرآنی لفظ کا ترجمہ ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے، یہی مثالیں کافی ہیں ورنہ تو دیوبندی تراجم میں بھی ہر صفحے پر ایسے اضافے موجود ہیں۔ تحریف اگر اسی کا نام ہے تو کوئی دیوبندی مترجم بھی اس تحریف سے نہیں بچ سکتا۔

سورۂ الرحمٰن کی ابتدائی آیات کے ترجمہ میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے عشق مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مفسرین کرام کی تصریحات کی روشنی میں اپنے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ اقدس کے لیے جو عظیم الشان الفاظ درج کیے ہیں وہ قرآن و حدیث کے نظریے کے عین مطابق ہیں جنہیں ڈاکٹر صاحب کم فہمی سے تحریف کا نام دے رہے ہیں۔ جن بے چاروں نے خصائص کبریٰ، کنز العمال اور مسند امام احمد کا بھی مطالعہ نہیں کیا وہ بھی امام احمد رضا کے منہ آگئے (اس بات کا ثبوت بھی انشاء اللہ آگے آرہا ہے اور ان علم و فضل کے دعویداروں کی قلعی کھلنے والی ہے۔ ذہنی طور پر تیار رہیئے) بہر حال اعلیٰ حضرت کا ترجمہ دیکھیے :۔

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝

ترجمہ :۔ "رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا، ماکان و مایکون کا بیان انہیں سکھایا۔" [1]

---

[1] قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ انسان سے مراد حضرت رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (کتاب الشفا)

ڈاکٹر صاحب کے پیٹ میں مروڑ اُٹھ کھڑا ہوا کہ ہمارا کام تو نبی کو اپنے جیسا بشر بتانا ہے جس کو اپنے پیٹھ پیچھے کی بھی خبر نہیں ہوتی اور جو یہ بھی نہیں بتا سکتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے۔ یہ احمد رضا نے کیا کہا کہ ماکان و مایکون (جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہونے والا ہے) کا علم قرآن سے ثابت کر دیا۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے دل کی آتش مطالعہ بریلویت لکھ کر بجھائی ورنہ انسانی کلام تو ڈاکٹر صاحب کے اپنے علماء کے تراجم میں بھی شامل ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی بیماری کا اصلی سبب جان چکے ہیں تو آئیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم مبارک کے متعلق اختصاراً دو چار باتیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

(پ ۱۴ سورۂ نحل)

ترجمہ:۔ اے محبوب ہم نے جو کتاب آپ پر نازل فرمائی ہے اس میں ہر چیز کا بیان ہے۔

كُلِّ شَيْءٍ عام ہے۔ اس میں تخصیص نہیں لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کُل شے کا علم ہوا کیونکہ آپ ہی قرآن کے سب سے زیادہ جاننے والے ہیں البتہ یہ ہر چیز کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہے ذاتی نہیں۔

(۲) عَلَّمَهُ الْبَيَانَ کے تحت شیخ المفسرین صاحب معالم فرماتے ہیں:۔

"یعنی بیان ماکان و مایکون لانہ صلی اللہ علیہ وسلم ینبئ عن خبر الاولین والآخرین وعن یوم الدین۔"[1]

---

[1] تفسیر معالم التنزیل جز سابع مطبوعہ مصر۔

یعنی بیان ماکان و ما یکون جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کا علم آپ کو عطا فرمایا گیا اس لیے کہ آپ اولین و آخرین اور قیامت کے دن کی بھی خبر رکھتے ہیں۔

اس کے علاوہ ماکان و ما یکون کے یہی الفاظ سند المفسّرین علامہ علاؤ الدّین رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر خازن میں بیان فرماتے ہیں۔ قرآن کریم میں جہاں جہاں یہ آیا ہے کہ ان اشیاء کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں وہاں اللہ تعالیٰ کا ذاتی علم مراد ہے یعنی اپنی ذات سے مخلوق میں سے کوئی فرد بھی کچھ نہیں جان سکتا۔ ذاتی علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ جیسا کہ سیّد سلیمان ندوی نے "سیرۃ النبی" جلد چہارم میں اس کی تصریح کی ہے۔

(۳) مسلم شریف میں ایک حدیث مبارکہ ابو زید یعنی عمر بن اخطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے درج ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھا کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ ظہر ہوئی تو منبر سے اُترے۔ نماز پڑھائی۔ اسی طرح کرتے کرتے غروب آفتاب تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ صرف نماز کا وقفہ ہوتا رہا۔ اس خطبہ شریف میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماضی و مستقبل کی خبر دی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں :-

"ثم صعد المنبر حتیٰ غربت الشمس فاخبرنا بما کان وبما ھو کائن" [۱]

ترجمہ یہ ہے کہ آپ نے پھر منبر پہ جلوہ افروز ہو کر خطبہ دیا جو غروب آفتاب تک جاری رہا۔ اس طویل خطبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں (ماکان) جو کچھ پہلے گزر چکا تھا اور (ما ھو کائن)

---

[۱] مسلم شریف ج ۲ کتاب الفتن واشراط الساعۃ

جو کچھ ہونے والا تھا اس کی بھی خبر دی۔

④ مشکوٰۃ شریف کے باب المعجزات کی ایک حدیث کی شرح میں علامہ مُلّا علی قاری شرح فرماتے ہیں:۔

"یخبرکم بما مضی ای بما سبق من خبر الاولین من قبلکم وما ہو کائن بعد کم ای من بناء الاخرین فی الدنیا ومن احوال الاجمعین فی العقبٰی"[1]

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گزشتہ اور آئندہ تم سے پہلوں اور تمہارے بعد والوں کی دنیا اور عقبٰی کے جمیع احوال کی خبر دیتے ہیں۔ حدیث مشکوٰۃ کی ہے۔ شرح مُلّا علی قاری کی ہے۔ علم ماکان وما یکون ثابت کیا گیا ہے۔

⑤ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (پ۵ سورۃ النساء ع ۱۳) یعنی اے محبوب تمہیں سکھا دیا اللہ نے جو کچھ آپ نہ جانتے تھے۔ اس آیت کے تحت امام المفسرین ابن جریر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

"وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ مِنْ خَبَرِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَمَا كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ"[2]

⑥ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ کے تحت تفسیر عرائس البیان میں ہے:۔

"ای علوم عواقب الخلق علم ما کان وما یکون"[3]

⑦ تفسیر ابن عباس میں ہے:۔

---

[1] مرقاۃ المصابیح جلد ۵ [2] تفسیر ابن جریر [3] تفسیر عرائس البیان۔

(عَلَّمَہُ الْبَیَانَ) اُلھمہ اللّٰہ بیان کل شئی واسماء کل دابۃ تکون علی وجہ الارض" [1]

۸ تفسیر جلالین میں ہے:-

عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ من الاحکام والغیب۔

اللہ نے احکام شریعت کا علم بھی اور غیب کا علم بھی دیا۔ اگر صرف "احکام کا علم" مراد ہوتا تو "والغیب" کا اضافہ ہرگز نہ ہوتا۔

۹ تفسیر حسینی میں ہے:-

"در احادیثِ معراجیہ آمدہ است کہ در زیر عرش قطرہ در حلق من ریختند فَعَلِمْتُ مَا کَانَ وَمَا سَیَکُوْنُ پس دانستم انچہ بود وانچہ خواہد بود۔"

ترجمہ:- احادیثِ معراجیہ میں آیا ہے کہ عرش سے ایک قطرہ میرے حلق میں ٹپکایا گیا جس کی وجہ سے مجھے ماکان وماسیکون یعنی گذشتہ اور آئندہ کے سب امور کا علم ہوگیا۔

۱۰ مشکوٰۃ شریف میں حضرت حُذَیفہؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک دفعہ وعظ فرمایا اور اُن فتنوں کی خبر دی کہ جو ظاہر ہوں گے۔ آگے آتا ہے:-

"ماترک شیئاً یکون فی مقامہ ذالک الی قیام الساعۃ الاحدث۔"

ترجمہ:- نہیں چھوڑی کوئی چیز کہ واقع ہونے والی تھی اس مقام میں قیامت تک مگر کہ بیان فرمایا۔

اب جبکہ احادیثِ مبارکہ اور مفسرینِ کرام کی وضاحت سے آیاتِ

---

[1] تفسیر ابن عباس مطبوعہ مصر۔

قرآنی کے تحت روشن ہو گیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو علم ماکان و مایکون حاصل تھا اور مفسرین کرام نے عَلَّمَهُ الْبَيَانَ کے تحت ہی بیان کیا ہے تو اس جگہ اگر امام احمد رضا نے ترجمہ میں یہی مرادی معنیٰ بیان فرما دیئے تو کیا اب اسے تحریف کہا جائے گا؟ اگر معنوی تحریف ہی دیکھنے کا شوق دامن گیر ہے تو تحذیر الناس اٹھا لیجئے تحذیر الناس کے اندر "خاتم النبیین" کیے گئے نئے معنیٰ کے متعلق خود نانوتوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آگیا اور کسی طفل نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا۔"[1]

نانوتوی صاحب کے لفظ "مضمون" کا مطلب کسی لفظ کا معنیٰ ہے۔ یعنی جو معنیٰ میں نے کیا ہے اس معنیٰ کی طرف بزرگانِ دین میں سے کسی کا فہم بھی نہیں گیا۔ ذہن تو اس وقت کسی کا جاتا جب اس لفظ کا کوئی دوسرا معنیٰ ہوتا۔ اسی بات کی تصدیق مولوی خلیل احمد انبیٹھوی سہارنپوری نے اپنی کتاب "المہند" میں کی ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"ہمارے خیال میں علمائے متقدمین اور اذکیاء متبحرین میں سے کسی کا ذہن اس میدان کے نواح تک بھی نہیں گھوما۔"[2]

یعنی تیرہ سو برس تک کسی عالم، کسی مفسر، کسی متکلم، کسی محدث کسی امام، کسی تابعی اور کسی صحابی کا ذہن اُس معنیٰ کے نواح تک بھی نہیں گھوما جو معنیٰ نانوتوی صاحب کہیں سے نکال کر لے آئے ہیں۔ حتیٰ کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی یہ معنیٰ نہیں بتلائے۔ ظاہر ہے کہ

---

[1] تحذیر الناس صفحہ ۲۵ (دارالاشاعت کراچی) [2] المہند صفحہ ۵۲ جواب نمبر ۱۶

اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بتایا ہوتا تو تمام بزرگانِ دین اُسے بھی ظاہر کرتے اور یہ ایسا معمّا ہے کہ آئندہ بھی کوئی مسلمان اس کے قریب تک نہیں بھٹکے گا۔

بھئی! ایمان کسے عزیز نہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹے دعوۂ نبوت کا اہم سبب (MAIN FACTOR) یہی تحذیر الناس ہے۔

(نوٹ) مَاکَانَ وَمَایَکُوْن ایک محدود زمانے کے علم کا نام ہے اس سے اللہ تعالیٰ سے خاص کرنا علمِ خداوندی کو گھٹانا ہے)

(۳) کفایت بمعنی "کافی" ہی نہیں بچت بھی

"غلط ترجمۂ قرآن کی ایک اور مثال" کے عنوان سے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:۔

"فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝

(پ ۱ ع ۱۶)

ترجمہ:۔ سو اب کفایت ہے تیری طرف سے ان کو اللہ (شاہ عبدالقادر محدث دہلوی) سو اب کافی ہے تیری طرف سے ان کو اللہ (حضرت شیخ الہند) ان تراجم سے یہ بات ہویدا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کو کافی ہے ان سے خود نبٹ لیں گے۔ مگر مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کو حضور علیہ السلام کی بجائے ان مشرکین کی طرف سے پیش کر دیا۔ "سو اے محبوب عنقریب اللہ ان کی طرف سے تمہیں کفایت کرے گا (احمد رضا خاں)"[۱]

[۱] مطالعۂ بریلویت ج ۲ ص ۱۰۶

ڈاکٹر صاحب کی عیاری دیکھئے کہ جب کوئی مسئلہ اپنے حق میں کرنا ہوتا ہے تو کتابیں دیکھ دیکھ کر منطق و کلام کی اصطلاحوں کے سہارے ڈھونڈتے ہیں اور جب فریب کاری اور جوڑ توڑ کے کرتب دکھانے منظور ہوتے ہیں تو اردو کے سادہ سے الفاظ "کفایت" کے معنی ایک بھول جاتے ہیں۔ ذرا اٹھائیے اردو لغت اور دیکھئے کفایت کا معنی! اس کے معنی "بچت" اور "جزرسی" کے بھی ہیں۔ اور کفایت کرنا بمعنی "بچت کرنا" درج ہے اور یہی محاورہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے استعمال فرمایا ہے۔ اُردو سمجھنے والے جانتے ہیں کہ محاورات میں مختلف الفاظ کے ساتھ ضمیریں بدل جایا کرتی ہیں۔ اب اس "بچت کرنا" کے معنی کو سامنے رکھ کر مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا ترجمہ دیکھئے:۔

"تو اے محبوب عنقریب اللہ ان کی طرف سے تمہیں کفایت (یعنی تمہاری بچت) کرے گا۔"

جب لفظ "کفایت" کا استعمال کریں گے تو اس کے ساتھ "تمہیں" بھی درست ہے اور "تمہاری" بھی۔ تمہیں کفایت کرے گا یا تمہاری کفایت کرے گا، دونوں درست ہیں۔ "ان کی طرف سے" یعنی دشمنوں کی گزند سے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ دشمنوں کی گزند سے تمہاری بچت کرے گا یا حفاظت کرے گا اور یہ مطلب ہم نہیں نکال رہے بلکہ الفاظ بھی ظاہراً ہر لحاظ سے درست ہیں۔ "کمالات عزیزی" شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی مشہور و معروف کتاب ہے اس میں بھی لکھا ہے:۔

"دفع شرر دشمن"؛ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ط

یہ فقرہ سب چیزوں سے بہت نفع کا ہے دشمنوں کے شر سے کفایت طلب کرنے کو۔[1]

---

[1] کمالات عزیزی صفحہ ۱۲۸

یعنی دشمنوں کے شر سے بچیت و حفاظت طلب کرنے کو، یہی معنیٰ لے کر "کفایت" کا لفظ امام احمد رضا بریلوی نے استعمال کیا ہے، پتہ چلا یہ سب جوڑ توڑ کے کارنامے ہیں ترجمہ میں ہرگز کوئی خرابی نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ میں "کفایت" کا استعمال ایک اور جگہ دیکھیے :۔

"وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ط ترجمہ :۔ اور اللہ نے مسلمانوں کو لڑائی کی کفایت فرمادی"۔ [۱]

جبکہ محمود الحسن صاحب کا ترجمہ :۔ "اور اپنے اوپر لے لی اللہ نے مسلمانوں کی لڑائی" ہے۔

حاشیہ پر جناب شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں :۔

"یعنی مسلمانوں کو عام لڑائی لڑنے کی نوبت نہ آئی"۔ مطلب یہ کہ لڑائی سے بچیت ہوگئی۔ اس آیت کریمہ میں بھی مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمتہ نے "کفایت" کو بمعنیٰ "بچیت" ہی استعمال کیا ہے۔ لیکن محمود الحسن صاحب کا ترجمہ : مسلمانوں کی لڑائی اللہ نے اپنے اوپر لے لی، عجیب و غریب ترجمہ ہے مگر ہم لوگ کھینچا تانی کے عادی نہیں مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمتہ نے "کفیٰ" کو کافی کے معنیٰ میں بھی لیا ہے۔

"وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا" از سورۂ الفتح)

"اور اللہ کافی ہے گواہ"۔

معلوم ہوا کہ انہوں نے یَكْفِیْ اور كَفٰی کے معنیٰ کو سیاق و سباق کے لحاظ سے کہیں "بچیت" کیا ہے اور کہیں "کافی"۔ لیجئے اب موضح القرآن سے شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کا ترجمہ دیکھئے :۔

---

[۱] پارہ ۲۱ سورہ احزاب آیت ۲۵ ؛

"پھر کفایت کرے گا تجھے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کی بدی سے خدائے تعالیٰ۔"

شاہ عبدالقادر محدث دہلوی اور امام احمد رضا بریلوی کے جملے اوپر تلے ملاحظہ فرمائیے:۔

"پھر کفایت کرے گا تجھے، اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، اُن کی بدی سے خدائے تعالیٰ۔" (محدث دہلوی)

"اللہ ان کی طرف سے، تمہیں کفایت کرے گا۔" (امام احمد رضا)

الفاظ کے آگے پیچھے ہونے کے معمولی سے فرق کے ساتھ حرف بحرف ترجمہ ایک جیسا ہے۔ دیکھئے "اُن کی بدی سے خدائے تعالیٰ" اور "اللہ اُن کی طرف سے" دونوں کا مطلب ایک ہے۔ "پھر کفایت کرے گا تجھے" اور "تمہیں کفایت کرے گا" دونوں ایک جیسے ہیں۔

مزید وضاحت کے لیے یہ نقشہ ملاحظہ فرمائیے تاکہ صحیح طور پر سمجھ میں آجائے۔ شاہ عبدالقادر کا ترجمہ ترتیب کے ساتھ ہوگا۔

خدا تعالیٰ	اُن کی بدی سے	تجھے کفایت کرے گا	(تفسیر موضح القرآن)
اللہ	اُن کی طرف سے	تمہیں کفایت کرے گا	(کنز الایمان)

ڈاکٹر صاحب! اگر آپ بغلیں جھانکنے لگے ہیں تو کوئی بات نہیں کہ یہی آپ کا مقدر ہے۔ اسی پر شاکر رہیے۔ شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین کے ترجموں سے اخذ کردہ ایک اردو ترجمہ حکیم لیسین شاہ صاحب سکنہ دھرم سالہ ضلع کانگڑہ (انڈیا) کا بھی ہے۔ وہ اس کا ترجمہ کرتے ہیں:۔

"اور ان کی طرف سے تجھے اللہ کافی ہے۔"
ویسے اپنے بزرگ شیخ الہند جناب محمود الحسن صاحب کا یہ ترجمہ ملاحظہ فرمائیے :۔
"یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِۙ اے آدمی کس چیز سے بہکا تو اپنے رب کریم پر۔" [1]
جملہ اگر صحیح ترتیب کے ساتھ پڑھا جائے تو اس طرح ہوگا :۔
"اے آدمی تو اپنے رب کریم پر کس چیز سے بہکا۔"
یعنی معاذ اللہ وہ کون سی شے تھی جس نے تجھے رب کریم پر بہکا دیا۔ حالانکہ درست فقرہ یوں ہے :۔
"اے آدمی کس چیز نے تجھے رب کریم سے بہکا دیا" جب کہ "رب کریم پر" کہنے سے بہکنے کی نسبت رب کریم کی طرف ہوگئی جو کہ اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی و گستاخی ہے۔ اب مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے :۔
"اے آدمی تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کرم والے رب سے۔"
مثلاً کوئی کہے کہ "وہ راہ حق سے بہک گیا" تو مطلب ہوگا کہ حق کو چھوڑ دیا۔ اور کوئی کہے کہ "راہ حق پر بہک گیا" تو مطلب یہ نکل آئے گا کہ راہ حق پہ آجانا بہت بری بات ہوئی کہ باطل سے بہکا حق کی طرف آگیا۔ آپ کے شیخ الہند نے بھی کہہ دیا کہ کس چیز سے بہکا تو اپنے رب کریم پر۔
ڈاکٹر صاحب! آپ کی دھوکہ بازیوں اور فریب کاریوں

---

[1] سورۃ الانفطار پارہ ۳۰

کی داستان کہاں تک کوئی بیان کرے۔ ؎

کہتے ہوئے گزر گئی ساری یہ زندگی
قصے ترے فریب کے اب تک ہیں ناتمام

(۴۳) مخاطب حضور[1] مراد امت

ڈاکٹر صاحب! "حضور کو عامی کے انداز میں بلانے کی غلطی" کے عنوان سے مولانا احمد رضا خاں بریلوی سے یوں بدگمان کرنے کی کوشش کرتے ہیں:۔

"وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَهُمْ (پ۶ المائدہ ع ۷)

ترجمہ:۔ حکم کر ان میں موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے اور مت چل ان کی خوشی پر (شیخ الہند)

اے مسلمان اللہ کے اتارے پر حکم کر اور ان کی خواہشوں پر نہ چل۔ (احمد رضا خاں)

مفتی احمد یار صاحب گجراتی نے نور العرفان حاشیہ کنز الایمان میں تصریح کر دی ہے کہ یہ حکم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا سو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے عامی انداز سے مخاطب کرنے کی اس بے ادبی کو دوسری آیت میں اس اضافے سے کہ "اے محبوب" کہا، دھویا نہیں جا سکتا۔" [2]

آپ نے ناحق یہاں مفتی صاحب کے حوالے کا تکلف فرمایا، اپنی بات کو مدلل بنانے کے لیے اس سے زیادہ معتبر و مستند کہ جس کا رد کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔ خود سارا قرآن کریم تھا، اس لیے کہ وَاَنِ احْكُمْ...... الخ آیت کریمہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ قرآن

[1] صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم [2] مطالعہ بریلویت ج ۲ ص ۱۰۷؎

ہے اور سارا قرآن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اُترا ہے اس لیے جو حکم دیا گیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو دیا گیا۔ یعنی پہلے یہ حکم اُن تک پہنچا اُس کے بعد اُمت تک۔ بے شمار حکم ایسے ہیں کہ وہاں آپ کی ذاتِ اقدس نہیں بلکہ اُمّت کے افراد مراد ہیں۔ یہ آیت کریمہ دیکھیے۔ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۚ إِنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ ۔[1]

ترجمہ محمود الحسن:۔ "سو تو مت رہ شبہ میں اُس سے بے شک وہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے۔"

حاشیے پر مولوی شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:۔

"یہ خطاب ہر شخص کو ہے جو قرآن سُنے یا حضور کو مخاطب بنا کر دوسروں کو سُنانا مقصود ہے۔"

اور ملاحظہ فرمایئے:۔

فَإِن كُنتَ فِي شَكٍّ مِّمَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ .... حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۝[2]

ترجمہ محمود الحسن:۔ "سو اگر تو ہے شک میں اُس چیز سے کہ اتاری ہم نے تیری طرف تو پوچھ اُن سے جو پڑھتے ہیں۔ .... الخ۔"

حاشیے پر مولوی شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:۔

"بظاہر یہ خطاب پیغمبر علیہ السلام کو ہے لیکن حقیقت میں آپ کو مخاطب بنا کر دوسروں کو سنانا مقصود ہے۔"

چونکہ اس سے قبل دو سطر یہ آیت کریمہ یعنی وَأَنِ احْكُم

---

[1] سورۂ ھود پارہ ۱۲ آیت ۱۷۔ [2] سورۂ یونس آیت ۹۴ تا ۹۷۔

بَیۡنَهُمۡ سے پہلے فَاحۡکُمۡ بَیۡنَهُمۡ کے الفاظِ مبارکہ ہیں لہٰذا مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمۃ نے پہلے یہی لکھا کہ اُمّت کے افراد مراد ہیں اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے یہ ترجمہ کیا:۔

"تو ان میں فیصلہ کرو اللہ کے اُتارے سے اور اے سُننے والے ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا۔"

کنز الایمان پڑھنے والے خوب جانتے ہیں کہ پورے قرآن مجید میں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کوئی بات فرمائی گئی ہے وہاں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے "اے محبوب" کے پیارے اور محبت بھرے الفاظ لائے ہیں (جس کا خود ڈاکٹر صاحب نے بھی خطرہ محسوس کرتے ہوئے پیش بندی کے طور پر حوالہ دیا ہے) اور جہاں بظاہر حکم تو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کو ہے مگر مراد اُمّت ہے وہاں وہ "اے سننے والے" ، "اے مسلمان" اور "اے سننے والے کسے باشد" کے الفاظ لاتے ہیں تاکہ پڑھنے والا سمجھ لے کہ یہاں درحقیقت خطاب اُمّت کو ہو رہا ہے۔ یہی کنز الایمان کا اسلوب ہے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب چونکہ جوڑ توڑ اور فریب کاری کا پسندیدہ کھیل کھیلنے میں مصروف رہے اس لیے سورۂ بقرہ رکوع ۱۳ کی آیت لکھ کر کہتے ہیں:۔

"اب مولانا احمد رضا خاں کا گستاخانہ ترجمہ دیکھئے:۔

"اے سننے والے کسے باشد اگر تو اُن کی خواہشوں کا پیرو ہوا بعد اس کے کہ تجھے علم آچکا ......الخ (احمد رضا خاں) [1]

یہ نہ کہے گا کہ یہاں ڈاکٹر صاحب "کسے باشد" کے معنیٰ سے بے خبر

---

[1] مطالعۂ بریلویت جلد دوم ص ۱۰۸ ؎

تھے اس لیے "گستاخانہ ترجمہ" کہا اور تبصرے میں من مانی کی بلکہ یہ جوڑ توڑ کی کرامت ہے۔ جس ذہن میں دیوبندیت وہابیت گھر کر جائے وہ ایسی واردات پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب بھی یہ مکر و حیلہ نہ کرتے تو مذہب ہاتھ سے چلا جاتا۔ "کسے باشد" کا معنیٰ ہے "خواہ کوئی ہو"۔ معلوم ہوا اعلیٰ حضرت نے "کسے باشد" کہہ کر ان الفاظ کی نسبت اُمّت کی طرف کی ہے۔ اگر اعلیٰ حضرت کی مراد آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہوتی تو وہ اے سننے والے کسے باشد ہرگز نہ کہتے اس لیے کہ جب قرآن براہِ راست حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اُتر رہا ہے تو اس تخصیص کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ایک اور آیتِ مقدسہ ملاحظہ فرمائیے:

وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِىْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا[1]

ترجمہ اعلیٰ حضرت: "اور اے سننے والے اللہ کے ساتھ دوسرا خدا نہ ٹھہرا کہ تو جہنم میں پھینکا جائے گا طعنہ پاتا دھکے کھاتا۔"

یہ خطاب چونکہ اُمت کے لیے تھا اس لیے اعلیٰ حضرت نے حسبِ عادت اس مقام پر بھی "اے سننے والے" کہا۔ اس آیت سے قبل جن برائیوں کی روک تھام کا ذکر کیا گیا۔ مولوی شبیر احمد عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ باتیں اُمّت کی طرف بواسطۂ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھیجی گئیں۔ جو چیز عثمانی صاحب نے تفسیر میں پیش کی وہی چیز اعلیٰ حضرت نے ترجمہ میں پیش فرما دی تاکہ پڑھنے والا اُسی لمحے اصل حقیقت تک

---

[1] سورۂ بنی اسرائیل پ ۱۵ آیت ۳۹

پہنچ جائے۔ لہٰذا ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ مولانا احمد رضا خان نے حضور کو عامی کے انداز میں بلایا ہے دوسری فریب کاریوں کی طرح یہ بھی جوڑ توڑ کی بدترین مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ شرِّ دیوبندیت سے محفوظ و مامون فرمائے۔ وَیۡلٌ لِّکُلِّ اَفَّاکٍ اَثِیۡمٍ ۝

۵ "کفر پایا" بمعنیٰ کفر معلوم ہوگیا

ڈاکٹر صاحب فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیۡسٰی مِنۡھُمُ الۡکُفۡرَ (پ ۳ آل عمران ع ۵) لکھ کر کہتے ہیں:۔

"اب مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ دیکھیے:۔ اور جب عیسیٰ نے اُن سے کفر پایا بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف"۔ استغفر اللہ العظیم۔ حضرت عیسیٰ نے ایمان ہی ایمان پایا تھا وہ خدا کے پیغمبر تھے کفر انہوں نے ہرگز نہیں پایا۔"[1]

ڈاکٹر صاحب الفاظ "ایمان پایا"، "کفر پایا" کے مقابلہ میں لائے ہیں اور چونکہ خود ڈاکٹر صاحب نے اعلیٰ حضرت کو گستاخ کہنے کے لیے اُن پر الزام عائد کرتے ہوئے اُن کے الفاظ "کفر پایا" کی نسبت کفار کی جانب سے حضرت عیسیٰ کی طرف کی ہے۔ لہٰذا ڈاکٹر صاحب کے "ایمان پایا" کے الفاظ بھی کفار کی جانب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سمجھے جائیں گے۔ یعنی بقول ڈاکٹر صاحب کے کہ انہوں نے کفار سے کفر نہیں بلکہ ایمان پایا تھا اور یہ بات بجائے خود کفر ہے کہ پیغمبر تو ایمان والے اُمتی سے بھی ایمان نہیں لیتا چہ جائیکہ کفار و مشرکین سے ایمان حاصل کرے۔ یہ تو تھا الزامی جواب، بہرحال ترجمے کو پڑھ کر گمان بھی نہیں گزرتا کہ "کفر پانے" کا یہاں مطلب یہ ہے کہ حضرت

---

[1] مطالعۂ بریلویت ج ۲ ص ۱۱۰؎

عیسیٰ علیہ السلام کفار و مشرکین سے کفر کی تعلیم لیتے رہے، مگر دیو بندی ذہن کی عیاری دیکھئے کہ محض "کفر پانے" کے الفاظ لے کر ان کی نسبت پیغمبر خدا کی طرف ان معنوں میں کر دی کہ تعلیماً حضرت عیسیٰ نے کفار سے اپنے لیے کفر حاصل کیا (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) حالانکہ "کفر پایا" کا معنیٰ ہے کفر معلوم کر لیا یا اُن کے کفر کا علم ہو گیا۔ ظاہراً بھی الفاظ کا استعمال درست ہے کیونکہ لفظ "پانا" کے معنیٰ لغت میں "معلوم کر لینا" اور "جان لینا" کے ہیں۔ اسی طرح اس کے معنیٰ "تاڑنا" اور "پہچاننا" کے بھی ہیں۔ "پانا کے معنیٰ مطلق حاصل کرنا ہی نہیں ہوتے مثلاً میں کہتا ہوں کہ "میں نے آپ کا مقصد پا لیا ہے۔" تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہ ہوگا کہ آپ کا مقصد میں نے اپنے لیے حاصل کر لیا ہے یا آپ کا مقصد آپ سے لے لیا ہے۔ کوئی ذی شعور اس طرح نہیں سمجھ سکتا۔ سب جانتے ہیں کہ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ میں نے آپ کا مقصد معلوم کر لیا ہے یا مجھے آپ کا مقصد پتہ چل گیا ہے۔

مومن کا یہ شعر ملاحظہ فرمائیے :۔ ؎

کل تم جو بزم غیر میں آنکھیں چرا گئے
کھوئے گئے ہم ایسے کہ اغیار پا گئے

"اغیار پا گئے" یعنی اغیار کو معلوم ہو گیا۔ یہی معنیٰ اعلیٰ حضرت نے لیا ہے کہ "جب عیسیٰ نے اُن سے کفر پایا" یعنی جب عیسیٰ نے اُن کا کفر معلوم کر لیا۔ مستند اور معتبر شاعر کی زبان سے بھی ثابت ہو گیا اور اردو کی لغات میں بھی یہی ہے کہ "پانا" کے معنی جان لینا، تاڑ لینا، معلوم کر لینا وغیرہ بھی ہیں۔ ظاہراً باطناً جملہ درست ہے۔ دھوکہ دینے والے اپنے انجام کو پیش نظر رکھیں۔

⑥ ڈاکٹر خالد محمود کی طرف سے بدترین گستاخِ رسول ولید بن مغیرہ کا دفاع

تعصب انسانی ذہن کو اس قدر تاریک و تنگ کر دیتا ہے کہ اُس کے سوچنے سمجھنے کی ساری صلاحیتیں مفقود ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اپنے پرائے، اچھے بُرے اور حق و باطل کی تمیز مٹ جاتی ہے۔ اگر ایک عاشقِ رسول سے دشمنی اور عداوت کا نتیجہ دیکھنا ہو تو ڈاکٹر خالد محمود کی کتاب مطالعہ بریلویت جلد دوم کے یہ دو صفحے ضرور ملاحظہ کیجئے جن کی عبارات بیش کی جانے والی ہیں، قلم کی بے راہروی کا نظارہ کرنا ہو یا ذہن کی آوارگی کا تماشا دیکھنا ہو تو ان صفحات کو ضرور پڑھیے جو ڈاکٹر صاحب نے مولانا احمد رضا خاں کی ناحق دشمنی میں بدترین گستاخ رسول ولید بن مغیرہ کے حق میں خوش دلی و خوش عقیدگی سے تحریر فرمائے ہیں۔

ولید بن مغیرہ کا تعارف

اہلِ ایمان جانتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ بدترین کافر و مشرک تھا جو آقائے دوجہاں سرکار رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کو ساحر، مجنوں اور نہ جانے کیا کیا بکتا تھا (العیاذ باللہ) مفسرِ قرآن شاہ عبدالقادر محدث دہلوی فرماتے ہیں:۔

"ولید ملعون کہتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو قرآن پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ میں خدا کا بھیجا ہوا ہوں یہ باتیں دیوانوں کی کرتا ہے سو خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ جھوٹا ہے۔" [1]

---

[1] تفسیر موضح القرآن سورۃ القلم پارہ ۲۹۔

ولید بن مغیرہ کی گستاخی پر اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ جو ستّار العیوب ہے، قرآن کی صورت میں وحی نازل فرمائی اور عیب چھپانے کی بجائے اُس کے عیبوں کو ظاہر فرما دیا۔

مودودی صاحب کے مطابق یہ شخص اس قدر گستاخِ رسول اور اپنے دیگر بُرے عیوب کی وجہ سے مشہور تھا کہ اس کا نام لینے کی ضرورت نہ تھی، اس کی یہ صفات سنتے ہی ہر شخص سمجھ سکتا تھا کہ اشارہ کس کی طرف ہے۔۔۔

ولید بن مغیرہ کے حق میں مندرجہ ذیل آیاتِ قرآنی ملاحظہ کیجئے جس میں اس سفّاک شخص کے عیب سرِعام بیان کر دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ۝ أَن كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ۝

(پ ۲۹ سورۃ القلم)

ترجمہ مودودی صاحب:۔ ہرگز نہ دبو کسی ایسے شخص سے جو بہت قسمیں کھانے والا بے وقعت آدمی ہے، طعنے دیتا ہے، چغلیاں کھاتا پھرتا ہے، بھلائی سے روکتا ہے، ظلم و زیادتی میں حد سے گزر جانے والا ہے، سخت بد اعمال ہے، جفاکار ہے اور ان سب عیوب کے ساتھ بد اصل ہے، اس بنا پر کہ وہ بہت مال و اولاد رکھتا ہے۔[1]

گستاخیٔ رسول کا انجام دیکھئے کہ نزولِ آیات سے لے کر قیامت تک کروڑوں اربوں انسان اس کے عیبوں کی گنتی ہر لمحے اور ہر وقت

[1] تفہیم القرآن جلد ششم۔

کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے کیونکہ دنیا میں کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی صورت میں ان آیات کی تلاوت ضرور ہوتی رہتی ہے اور باوجود عیب گننے کے ثواب حاصل کر رہے ہیں اس لیے کہ گستاخِ رسول تھا۔ گویا گستاخِ رسول کی بُرائی بیان کرنا قرآنی اصول بھی ہے اور باعثِ ثواب بھی۔

ڈاکٹر صاحب کی ناگواری کا عجیب پہلو

حیرت اس بات پر ہے کہ ولید بن مغیرہ کے حرامی ہونے کی نشاندہی جب قرآن مجید نے کی تو اُس وقت ولید کے ساتھی کفار و مشرکین نے بھی چڑ نہیں کھائی بلکہ خود ولید بن مغیرہ بھی متفکر نہ ہوا اور ماں کی جان کے درپے ہوا کہ میرے اصل اور بداصل ہونے کے بارے میں تو ہی بہتر جانتی ہے۔ چنانچہ ماں نے بھی جان چلے جانے کے خوف سے حقیقت ظاہر کردی کہ تو واقعی اپنے باپ کا نہیں۔ یعنی ولید نے خود بھی اس عیب کو جھٹلایا نہیں اور انکار نہیں کیا بلکہ سچ ہی جانا مگر آج ہمارے اسلامی ملک پاکستان کے علامہ ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی ہیں کہ جنہیں ولید بن مغیرہ کو حرامی کہنے پر سخت چڑ ہے، اس قدر کہ اگر کوئی اُس کے لیے بداصل یا "اُس کی اصل میں خطا" کے الفاظ تحریر کرے تو ڈاکٹر صاحب کی طبع دیوبندیت پر سخت ناگوار گذرتا ہے۔ ناگواری کا یہ تاثر حیرت انگیز پہلو لیے ہوئے ہے جس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

مجھے کہنے دیجئے کہ یہ امام احمد رضا بریلوی کی کھلی کرامت ہے کہ اُن سے دشمنی کرنے والا ولید بن مغیرہ کی حمایت میں لگ گیا۔ آئیے ڈاکٹر صاحب کے اعتراضات ملاحظہ فرمائیے۔ لکھتے ہیں:۔

"قرآن کریم نے اس کے بارے میں کہا:۔ عتل بعد ذلک

زنیم (پ ۲۹ سورہ ن رکوع ۱)
ترجمہ :- "اجڈ ان سب کے پیچھے بدنام" (حضرت شیخ الہند)
"درشت خو اس سب پر طرّہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا" (مولانا احمد رضا خاں)

اصل میں خطا سے مراد یہ ہے کہ وہ حرامی ہے، کسی کی اصل میں خطا ہو بھی تو یہ اُس کا اپنا گناہ نہیں، اس کے ماں باپ کا گناہ ہوتا ہے، یہاں ان بدکرداروں کے اپنے عیب ذکر کیے جا رہے ہیں، کسی کو حرامزادہ کہنا گالی تو ہو سکتا ہے لیکن اسے اس کے کسی قصور کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔

قرآن پاک گالی سے یقیناً پاک ہے، اس شخص کے لیے جو کسی قوم میں ویسے ہی آکر مل جائے، زنیم کا لفظ کتنا مناسب ہے۔ اس کا معنی حرامی یا حرام زادہ ہرگز نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے ایک گندا معنیٰ نکال کر کس گستاخی سے اسے متن قرآن کی طرف نسبت کر دیا ہے"[1]

ڈاکٹر صاحب ایک عبارت میں زنیم کا نتیجہ نکالتے ہوئے یوں گل افشانی فرماتے ہیں :-

"وہ شخص جو کسی اور قوم سے ہو کر کسی دوسری قوم میں شامل ہو جائے، خاندان اور نسب بدلنے والا بھی بے شک زنیم ہے لیکن اسے حرامی نہیں کہا جا سکتا نہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا ہے ———— مولانا احمد رضا خاں نے یہ نہایت گندا معنی کیا ہے۔ علمائے اسلام جب قادیانیوں کو الزام دیتے ہیں کہ مرزا غلام احمد نے اپنے مخالفین کو گالیاں دی ہیں اور انہیں حرام زادہ کہا ہے، سو ان اخلاق کا آدمی ایک

[1] مطالعۂ بریلویت ج دوم ص ۱۳۶ ؎

شریف انسان کیسے سمجھا جا سکتا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم نے بھی تو ایک شخص (ولید بن مغیرہ) کو حرام زادہ کہا ہے۔ ہم نے بارہا کہا کہ قرآنِ کریم نے ہرگز کسی شخص کو حرام زادہ نہیں کہا، نہ زنیم کے معنی حرام زادہ کے ہیں، تو وہ جھٹ مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ کنز الایمان پیش کر دیتے ہیں کہ اس میں زنیم کے معنی یہ لکھے گئے ہیں "جس کی اصل میں خطا ہو"۔ سو ہمیں جواباً کہنا پڑتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں بھی تو عہدِ انگریزی میں دوسرے درجے کے مجدّد ہی تھے نا، اوّل مرزا غلام احمد دوم مولانا احمد رضا خاں ـــــ کاش مولانا احمد رضا خاں کا یہ ترجمہ نہ چھپتا اور مسلمانوں کو قادیانیوں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑتا"۔ [۱]

ولید بن مغیرہ کے بھرپور دفاع اور حمایت میں پانچ جملے

(۱) "کسی کی اصل میں خطا ہو بھی تو یہ اُس کا اپنا گناہ نہیں، اس کے ماں باپ کا گناہ ہوتا ہے"۔ (ڈاکٹر خالد محمود)

یہ الزام براہِ راست قرآن مجید پر ہے۔ متقدّمین و متاخرین تمام مفسرین و مترجمین کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم میں ولید ہی کو زنیم کہا گیا ہے اور یہ بھی کہ اس کے معنی حرام زادہ کے ہیں۔ کیا اس بات کی خبر (معاذ اللہ) خدا تعالیٰ کو نہیں تھی کہ یہ گناہ تو ولید کی ماں کا ہے ولید کا نہیں، پھر میں بھلا

[۱] مطالعۂ بریلویت ج ۲ صفحہ ۱۳۷ ؎

قرآنی آیات ولید کے حق میں اُتار کر اسے حرام زادہ کیونکر کہہ رہا ہوں ؟
جناب پی ایچ ڈی کر بیٹھے مگر آج تک یہ پتہ نہ چل سکا کہ قرآن کریم میں ولید کو زنیم کس لیے کہا گیا ہے۔ علماء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ زنیم دراصل اس لیے کہا گیا کہ اصل اور بد اصل کی عادات وخصائل میں قدرتی طور پر بہت فرق پایا جاتا ہے۔ بد اصل فطرتاً درشت خُو، طعنے باز، چغلی خور اور جھوٹا ہوتا ہے۔ یعنی برائی کا اثر بچے میں بھی منتقل ہو جاتا ہے اس لیے اس برائی سے بچنے کی تاکید اس لیے بھی ہے کہ جہاں بذاتِ خود بدکاری بہت بڑے عذاب کا باعث ہے وہیں اس کا اثر ناجائز اولاد میں بھی بُرے طریقے سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۲) "کسی کو حرام زادہ کہنا گالی تو ہو سکتا ہے لیکن اسے اس کے کسی قصور کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔" (ڈاکٹر صاحب)

یہ الزام بھی براہِ راست قرآن مجید پر ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ولید ہی کو زنیم کہا ہے اور اسی معنیٰ میں کہا ہے کہ وہ حرام زادہ ہے اور یہ عیب اس لیے ظاہر فرمایا تاکہ دُنیا اس برائی سے رُک جائے اور سمجھ لے کہ زنیم شخص خود بھی ظلم و زیادتی کرنے والا، جفا کار، بداعمال و بدکردار اور سفاک فطرت کا مالک ہوتا ہے یعنی بڑوں کا گناہ تو الگ ہُوا جنم لینے والا بچہ بھی اُن کی بُرائی کے اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکے گا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے حرامی ہونے کو بھی ظاہر فرما دیا کہ یہ جو بڑھ چڑھ کر میرے پیارے محبوب کی شان میں گستاخیاں کرتا پھرتا ہے یہ دراصل بداصل ہے اور بداصل انہی عادات وخصائل کا مالک ہوتا ہے۔ تو جناب ڈاکٹر صاحب! اب اللہ تعالیٰ سے کہیئے کہ اُس نے ولید کو زنیم کیونکر کہا جب کہ گناہ اور قصور اُس کی ماں کا تھا۔

(۳) "اس شخص کے لیے جو کسی قوم میں ویسے ہی آکر مل جائے، زنیم

کا لفظ کتنا مناسب ہے۔" (ڈاکٹر صاحب)

دل کے کانوں سے صاحبِ بصیرت حضرات سماعت فرمائیں کہ ڈاکٹر صاحب کی عبارت کے یہ الفاظ پکار پکار کر ولید بن مغیرہ کی حمایت کرتے نظر آتے ہیں مگر کیا کیا جائے ڈاکٹر صاحب! جس گستاخ رسول کی حمایت میں آپ کمر بستہ ہیں اور اُسے حرام زادہ کہنے پر آپ چڑتے ہیں، تمام مفسّرین کرام نے یہ تصریح کر دی ہے کہ یہ واقعی حرام زادہ تھا۔ ایک آپ ہیں کہ بڑے میٹھے انداز میں فرماتے ہیں۔ "زنیم کا لفظ کتنا نامناسب ہے" جیسے ولید کی بارگاہ میں عقیدتوں کے پھول نچھاور کیے جا رہے ہوں۔ آپ کے پرستار آپ کے ان جذبات کی قدر کرتے ہیں، آپ کا یہ جذبہ [illegible] علامت ہے کیونکہ وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ۔

④ "اِس (زنیم) کے معنی حرامی یا حرام زادہ ہرگز نہیں۔" (ڈاکٹر صاحب)

"ہرگز" کی تاکید مکمل طور پر ولید کے حق میں جاتی ہے یعنی آپ مطلق گوارہ نہیں فرما سکتے کہ کوئی ولید بن مغیرہ کو حرام زادہ کہے جبھی تو فرماتے ہیں "اس کے معنی حرام زادہ ہرگز نہیں"، مگر کیا کیا جائے کہ جب علمائے اسلام کی تصریحات و تشریحات دیکھتے ہیں تو وہاں آپ کی بات جھوٹ کا پلندہ نظر آتی ہے اور ولید کے بارے میں جس خوش فہمی کا شکار آپ ہیں وہ خوش فہمی دم توڑ دیتی ہے، بہر حال ہم چہر بلب ہیں کہ ہر کسی کو اپنے بزرگوں کے دفاع کا حق حاصل ہے۔

⑤ "مولانا احمد رضا خاں نے ایک گندا معنیٰ نکال کر کس گستاخی سے اسے متنِ قرآن کی طرف نسبت کر دیا ہے۔" (ڈاکٹر صاحب)

مولانا احمد رضا خاں نے تو "گستاخی" کر ہی ڈالی، آپ چونکہ

پی۔ایچ۔ڈی ہیں، علامہ ہیں اور اپنے اندر علم وفضل کے بحرِ ذخار سمیٹے بیٹھے ہیں، دیانت وصداقت کے اعلیٰ درجے پر بھی فائز ہیں، روپوں پیسوں کی بھی کمی نہیں لہذا آپ مولانا احمد رضا کے مقابلہ میں زنیم کا ایک اچھا سا، خوبصورت اور محترم معنیٰ نکال کر انتہائی ادب و احترام سے ولید بن مغیرہ کی ذات پر چسپاں کر دیجئے، یوں آپ اور آپ کے پرستاروں کے کلیجے میں ٹھنڈ بھی پڑ جائے گی اور احمد رضا سے اس کی گستاخی کا بدلہ بھی ہو جائے گا۔ ایک تیر سے دو شکار کیوں نہیں کر لیتے؟ ویسے اب تک تو آپ زنیم کا باادب و لائقِ احترام معنیٰ نکالنے میں ناکام رہے ہیں البتہ میرے اس مضمون کو پڑھنے کے بعد آپ پھر ایک ناکام سی کوشش کر کے دیکھ لیں۔ ہمتِ مرداں مددِ ......؟

اسی طرح میں نے آپ کی کتاب سے جو دوسرا پیرا نقل کیا ہے وہ بھی سارے کا سارا ولید کے تحفظ اور بچاؤ کی کھلی عکاسی کرتا نظر آتا ہے۔ اگر ولید بن مغیرہ کو حرام زادہ کہنے پر امام احمد رضا بریلوی انگریزوں کے ایجنٹ ہو گئے تو آنے والے دلائل کے بعد ڈاکٹر صاحب کس کس کو انگریزوں کا ایجنٹ قرار دیں گے اور کس کس کے سر گستاخ ہونے کی تہمت رکھیں گے۔

خدا کی شان کہ جو اپنی کتاب میں امام احمد رضا کو گستاخ کہنے کے لیے مکمل فریب کاری اور جوڑ توڑ سے کام لیتا رہا وہ خود تمام بزرگانِ دین حتیٰ کہ بارگاہِ خداوندی اور بارگاہِ رسالت کا کتنا بڑا گستاخ نکلا کیونکہ قرآن حضور پہ اُترا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زنیم کے معنیٰ حرام زادہ کے بتائے اُس کو صحابہ کرام نے سُنا اور تابعین تک پہنچایا اور تابعین کے ذریعے تبع تابعین تک پہنچا اور ایسے ہی ہم تک پہنچا۔ اگر یہ معنیٰ نہ ہوتا تو مترجمین اور مفسرین کرام اس کا معنیٰ حرام زادہ

کیوں بتاتے۔ اور ڈاکٹر صاحب کے نزدیک یہ معنیٰ کرنے والا گستاخ ٹھہرا۔ اب خود شمار کر لیجئے کہ ڈاکٹر صاحب کس کس پہ گستاخ ہونے کا الزام نہیں رکھ رہے۔ اور کون ہے جو اس تہمتِ بد سے بچ جائے گا۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا۔

زنیم کا معنیٰ حرام زادہ ـــــ ٹھوس دلائل

ڈاکٹر صاحب نے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے پاکیزہ دامن پر جو کیچڑ اُچھالنے کی باطل کوشش کی ہے، اس سے انہوں نے اپنا دامن گستاخِ رسول سے دوستی کا حق ادا کرتے ہوئے عتاب وعذاب کے انگاروں سے بھر لیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے انجام کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہوئے احقر اب ان دلائل کی طرف متوجہ ہوتا ہے کہ زنیم کے معنیٰ حرام زادہ ہی کے ہیں۔

(۱) ڈپٹی نذیر احمد خاں، جنہیں دیوبندی شمس العلماء کے لقب سے نوازتے ہیں، انہوں نے عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ کا ترجمہ یہ کیا ہے:۔

"اور ان سب (عیوب) کے علاوہ بداصل بھی ہے۔"

بداصل کے معنیٰ حرام زادہ ہی کے ہیں، بقول ڈاکٹر صاحب، مولوی نذیر احمد خاں انگریز کے ایجنٹ اور گستاخِ قرآن ٹھہرے۔

(۲) جماعتِ اسلامی کے بانی مودودی صاحب کا ترجمہ:۔

"اور ان سب عیوب کے ساتھ بداصل بھی ہے۔"

حاشیہ میں مودودی صاحب رقمطراز ہیں:۔

"اصل میں لفظ زنیم کا استعمال ہوا ہے، کلام عرب میں یہ لفظ اس ولد الزنا کے لیے بولا جاتا ہے جو دراصل ایک خاندان کا فرد نہ ہو مگر اس میں شامل ہو گیا ہو۔" [1]

مودودی صاحب کے ترجمہ و تشریح سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ یونہی آکر کسی دوسرے خاندان میں ملنے والے کو زنیم نہیں کہتے بلکہ اُسے کہتے ہیں جس کی اصل گناہِ بد کی وجہ سے تبدیل ہو گئی ہو اور وہ دوسرے خاندان میں شامل ہو گیا ہو۔ بقول ڈاکٹر صاحب یہ بھی انگریزوں کے ایجنٹ اور گستاخِ قرآن ٹھہرے۔

(۳) مولوی شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں :۔

"زنیم" کے معنی بعض سلف کے نزدیک ولد الزنا اور حرام زادے کے ہیں، جس کافر کی نسبت یہ آیتیں نازل ہوئیں، وہ ایسا ہی تھا" [2]

"وہ ایسا ہی تھا" یعنی حرام زادہ ہی تھا۔ عثمانی صاحب کی تصدیق سے متعلق اب ڈاکٹر صاحب کیا فرمائیں گے؟ کیا اب بھی کہیں گے کہ عثمانی صاحب نے ایک گندا معنیٰ نکال کر کس گستاخی سے اسے متنِ قرآن کی طرف نسبت کر دیا ہے؟

میرے خیال میں اب تو وہ کسی قادیانی کے سامنے شرمندہ نہیں ہوں گے۔ کیا عثمانی صاحب بھی عہدِ انگریزی میں دوسرے درجے کے مجدد تھے؟

اُف! ڈاکٹر صاحب نے جسے بدنام کرنا چاہا وہ کتنا ہی نیک خو کیوں نہ ہوا، بدنام کرکے رہے اور جسے عقیدت کا اظہار مقصود تھا وہ کتنا ہی بُرا کیوں نہ تھا، اُس کی بارگاہ میں عقیدت کا نذرانہ ضرور پیش

[1] تفہیم القرآن جلد ششم سورۂ القلم [2] تفسیر عثمانی سورۂ القلم ؛

کیا۔ ولید بن مغیرہ کے ساتھ اس خوش عقیدگی کے پسِ پردہ کون جذبہ کارفرما رہا۔ یہ ڈاکٹر صاحب ہی بتا سکتے ہیں۔

(۴) دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا ترجمہ دیکھئے :۔

"ان (سب) کے علاوہ حرام زادہ (بھی) ہو"

اُمید ہے قارئین کی آنکھیں اب خوب کھلتی جا رہی ہوں گی، کیونکہ ڈاکٹر صاحب کی آنکھیں تو کھلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، وہاں تو خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِھِمْ والا معاملہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ اصل میں خطا ہے چڑھتی مگر یہاں تو لفظ بھی حرام زادہ استعمال ہوا ہے۔ ڈاکٹر صاحب اب تو آپ قادیانیوں کے سامنے شرمندہ نہیں ہوں گے نا؟ بالفرض ایسی صورت حال پیش آ ہی جائے تو قادیانی کے آگے تحذیرالناس رکھ دیا کیجئے، منظر بدل جائے گا، گلے ملتے نظر آئیں گے۔ بجائے شرمندگی کے تفاخر کا احساس پیدا ہو گا۔ اور جہاں تک انگریزوں کا ایجنٹ ہونے کی بات ہے تو یہ ڈاکٹر صاحب ہی وضاحت فرما سکیں گے کہ آپ کے مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب نے تھانوی صاحب کے بارے میں یہ کیوں لرزہ خیز انکشاف فرمایا تھا کہ،

"ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سُنا گیا کہ اُن کو چھ سو روپیہ حکومت (برطانیہ) کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔"[1]

(۵) مولوی عبدالماجد دریا آبادی صاحب بھی دیوبندی مذہب میں بلند پایہ درجہ کے مالک ہیں، اُن کا ترجمہ یہ ہے :۔

---

[1] مکالمۃ الصدرین صفحہ ۱۶

"اس کے علاوہ بدنسب بھی ہے۔"

بدنسب اُسی شخص کو کہتے ہیں جس کی اصل میں خطا ہو۔ کیا فرماتے ہیں ڈاکٹر صاحب اپنے اس بزرگ دیوبندی کے بارے میں کہ یہ عہدِ انگریزی میں کون سے درجے کے مجدد تھے؟ یہ ڈپٹی نذیر احمد صاحب، مودودی صاحب، شبیر احمد عثمانی، تھانوی صاحب اور عبدالماجد دریاآبادی کے چھپنے والے ترجموں نے زنیم کا معنیٰ بداصل، بدنسب اور حرام زادہ کر کے قادیانیوں کے سامنے آپ کا سر اونچا کر دیا ہوگا۔

(۶) علامہ حسین واعظ کاشفی فرماتے ہیں :-

"زَنِیْمٍ ○ بدمعاش حرام زادہ، جس کا باپ نامعلوم ہو۔۔ ...... تفسیر زاہدی میں مذکور ہے کہ جب رسول اللہ نے یہ آیت قریش کی مجلس میں ولید کو پڑھ کر سنائی، جس عیب پر آپ پہنچے اس کو اپنے میں پاتا تھا مگر حرام زدگی کو نہیں پاتا تھا اُس نے اپنے جی میں کہا۔۔۔۔۔ ... میں جانتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ نہیں کہتے ہیں، جو زنیم کہا اس مہم کو کیسے سر کروں، تلوار کھینچ کر ماں کے پاس چلا آیا، القصہ بہت ڈرا دھمکا کر اقرار لیا تو اس کی ماں نے کہا، تیرا باپ عورت سے بات چیت کی جرأت نہیں کرتا تھا، اُس کے بھتیجے تھے ...... مجھ کو رشک آیا، فلاں غلام کو اُجرت پر لے لیا تو اُسی کا لڑکا ہے۔" [۱]

(۷) قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ قاموس کے حوالے سے فرماتے ہیں :-

"وہ شخص جو حرامی ہونے میں متہم ہوا۔" [۲]

---

[۱] تفسیر حسینی جلد دوم صفحہ ۴۳۶۔ مترجم مولانا سید عبدالرحمٰن بخاری سعید اینڈ کمپنی کراچی [۲] تفسیر مظہری جلد ۱۲ صفحہ ۴۴ سعید اینڈ کمپنی۔

پڑھتا جا شرماتا جا۔

(۸) مولوی محمد نعیم دیوبندی اُستاذ تفسیر دیو بند نے زنیم کا معنیٰ و تشریح یہ کی ہے :-

"اس کے علاوہ حرام زادہ ہو ______ جو قریش میں یوُنہی منسوب ہو یعنی ولید بن مغیرہ، جس کے باپ نے ۱۸ سال بعد اس کو اپنی طرف منسوب کیا تھا، ابن عباس فرماتے ہیں کہ ہمیں معلوم نہیں کہ اللہ نے جس قدر اس کی برائی کی، کسی اور کی بیان کی ہو لہذا یہ عار ہمیشہ کے لیے اس کو لگ گئی۔" [1]

(۹) زیرِ آیت مذکورہ یعنی عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ کے تحت اس تفسیر جلالین کا حاشیہ دیکھیئے جو وفاقی وزارتِ تعلیم حکومتِ پاکستان نے ملک کے تمام دینی مدارس کے لیے منظور کی ہے۔ جس پر لکھا ہے "تعلیقات جدیدہ من التفاسیر المعتبرۃ لحل الجلالین" مطبوعہ: ایم وائی پرنٹرز (پ) لمیٹڈ پی ۱۵۲۸ اصغر مال راولپنڈی۔

حاشیہ میں لکھا ہے :-

"هُوَ مَنْ يُّدْعٰى لِغَيْرِ اَبِيْهِ اِبْنًا لَّهٗ وَهُوَ الْمُتَبَنّٰى كَمَا مَرَّ شَرْح هٰذَا اللَّفْظِ مِنَ الشَّارِحِ فِىْ سُوْرَةِ الْاَحْزَابِ وَفِىْ رُوْحِ الْبَيَانِ فَالزَّنِيْمُ هُوَ الَّذِىْ تَبَنَّاهُ اَحَدٌ اَىْ اِتَّخَذَهٗ اِبْنًا وَلَيْسَ بِابْنٍ لَّهٗ مِنْ نَّسَبِهٖ فِى الْحَقِيْقَةِ یعنی ولید بن مغیرہ پسر خواندہ شد در قریش در اصل از قریش نہ بود یعنی حرام زادہ بود"

(۱۰) تفسیر ابن کثیر میں ہے :-

[1] کمالین شرح جلالین جلد ۷، مکتبہ شرکت علمیہ ملتان؛

"لغتِ عرب میں زنیم اُسے کہتے ہیں جو کسی قوم کا سمجھا جاتا ہو لیکن دراصل اس کا نہ ہو، عرب شاعروں نے اسے اسی معنیٰ میں لیا ہے یعنی جس کا نسب صحیح نہ ہو .... عکرمہ فرماتے ہیں ولد الزنا مراد ہے ...... اسی طرح کے اور بھی بہت سے اقوال ہے لیکن سب کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے کہ زنیم وہ شخص ہے جو برائی میں مشہور ہوا ہو اور عموماً ایسے لوگ ادھر ادھر سے ملے ہوئے ہوتے ہیں جن کے صحیح نسب اور حقیقی باپ کا پتہ نہیں ہوتا۔" [1]

(۱۱) علامہ ابو محمد عبد الحق حقانی دہلوی فرماتے ہیں :۔

"سب عیبوں کے بعد زنیم ولد الزنا، حرام کا نطفہ بیشتر اخلاقِ رذیلہ کا سرچشمہ ہوتا ہے۔ ولید کو اٹھارہ برس کے بعد اس کے باپ نے کہا تھا کہ یہ میرے نطفہ سے ہے، حرامی اولاد میں خیر و برکت، شجاعت و حمیت کم ہوتی ہے۔" [2]

ڈاکٹر صاحب نے جو اعتراض کیا تھا کہ کسی کو حرام زادہ کہنا گالی تو ہو سکتا ہے لیکن اسے اس کے کسی قصور کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ حقانی نے کیا خوب فرمایا ہے کہ قرآنِ کریم نے اسی لیے اس کا یہ عیب ظاہر فرمایا کہ یہ شخص بد اصل و بد نسب ہونے کے باعث خیر و برکت سے محروم اور فطری طور پر بزدل اور بے غیرت تھا۔ گویا جو شخص بد اصل ہو اس میں یہ عیوب بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں اور اس کے ضمیر و خمیر ہی میں برائی کے رذیل جراثیم سرایت کر جاتے ہیں۔ کیا فرماتے ہیں ڈاکٹر صاحب علامہ عبد الحق حقانی کے بارے میں؟

---

[1] تفسیر ابن کثیر جلد ۵ مترجم مولانا ابو محمد جوناگڑھی۔ نظر ثانی دا ضافہ سید انظر شاہ کشمیری، ادارہ اشاعت ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور۔ [2] تفسیر حقانی جلد ۵ میر محمد کتب خانہ کراچی۔

(۱۲) شاہ عبدالقادر محدث دہلوی ترجمہ و تشریح میں فرماتے ہیں:۔
"سوائے ان سب عیبوں کے حرام زادہ ہے یعنی تحقیق نہیں جو اس کا باپ کون ہے۔"[۱]

اس کے بعد شاہ صاحب نے تفسیر زاہدی کے حوالے سے وہی عبارت درج فرمائی ہے جس کو میں ۶ نمبر میں بیان کر آیا ہوں یعنی ولید نے جب یہ عیب سنے تو ماں کو ڈرا دھمکا کر اصل بات اُگلوالی۔ کیا ڈاکٹر صاحب اب شاہ عبدالقادر صاحب کو بھی عہدِ انگریزی میں دوسرے درجے کا مجدد کہیں گے؟

(۱۳) امام عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی لکھتے ہیں:۔
"(زنیم) دعی وكان الوليد دعيا في قريش ليس من سنخهم ادعاه أبوه بعد ثمان عشرة سنة من مولده وقيل بغت أمه ولم يعرف حتى نزلت هذه الآية والنطفة إذا خبثت خبث الناشئ منها روى أنه دخل على أمه وقال إن محمدا وصفني بعشر صفات وجدت تسعاً في فأما الزنيم فلا علم لي به فإن اخبرتني بحقيقة وإلا ضربت عنقك فقالت إن أباك عنين وخفت أن يموت فيصل ماله إلى غير ولده فدعوت راعياً إلى نفسي فأنت من ذالك الراعي۔"[۲]

اس عبارت کا مطلب بھی وہی ہے جس کو نمبر ۶ میں تفسیر زاہدی کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ ماں نے ولید بن مغیرہ کو بتا دیا کہ تو واقعی حرام زادہ ہے۔ اس عبارت کو سمجھنے کے لیے نمبر ۶ کو دوبارہ پلٹ

---

[۱] تفسیر موضح القرآن [۲] تفسیر النسفی المسمی بمدارک التنزیل وحقائق التاویل

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

کر ملاحظہ فرمالیں۔

ولید بن مغیرہ کا دفاع کرنے والے کے سامنے انتہائی مضبوط، معتبر اور مستند اختصاراً صرف تیرہ دلائل بلکہ اُس کے سر پر تیرہ پہاڑ رکھ دیئے ہیں جن سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہوگیا کہ امام احمد رضا نے وہی معنیٰ کیا ہے جو قرآن کا اصل منشاء ہے۔ بیسیوں دلائل اور بھی دیئے جا سکتے ہیں مگر اختصار ملحوظ ہے۔ وہابیت ویسے بھی گستاخیٔ رسول کی مشہور صفت ہے مگر ڈاکٹر صاحب نے تو اس کی پروڈکشن میں ایک دم دگنا تگنا اضافہ کر دیا ہے۔ خدا معلوم، کہ ڈاکٹر صاحب کو ولید بن مغیرہ سے اس قدر ہمدردی کیوں ہے۔ ان کے اس جھوٹ پر کہ اس کا معنیٰ حرام زادہ ہرگز نہیں، کیا کوئی ان کی گردن سے پکڑ کر پوچھ سکتا ہے کہ یہ جھوٹ آپ نے کیوں بولا، یہ دجل آپ نے کیوں کیا اور اتنی تلبیس سے آپ نے کیوں کام لیا؟ غصے کی آگ سے ڈاکٹر صاحب جل بھن کر رہ گئے کہ احمد رضا خاں نے ولید کے بارے میں یہ کیوں لکھا کہ اس کی اصل میں خطا ہے۔ اور یہ شعلے اتنے بھڑکے کہ جب تک یہ نہ کہہ لیا "کاش مولانا احمد رضا خاں کا یہ ترجمہ نہ چھپتا اور مسلمانوں کو قادیانیوں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑتا" اُس وقت تک دل کی آگ نہ بجھی۔ اب جو میں نے تیرہ پہاڑ ان کے سر پر رکھ دیئے ہیں تو کیا کوئی اندازہ کر سکتا ہے کہ یہ آگ کتنی بھڑکی ہوگی۔ البتہ جو الزام ڈاکٹر صاحب نے امام احمد رضا پہ عائد کئے تھے وہ سب کے سب ان مذکورہ حضرات پر بھی خود بخود عائد ہوگئے اور ہر کوئی بڑی آسانی سے کہہ سکتا ہے کہ کاش یہ ترجمے اور یہ تفسیریں نہ چھپتیں اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) جلد ۳ - قدیمی کتب خانہ کراچی۔

یوں ڈاکٹر خالد محمود صاحب کو شرم سے (اگر ہے) پانی پانی نہ ہونا پڑتا۔ ہے کوئی صاحب انصاف دیوبندی جو ڈاکٹر صاحب کے گریبان کو جھنجوڑ کر پوچھے کہ ان تراجم و تفاسیر کے بارے میں آپ کا خیال کیا ہے اور ان کی تصریحات کے باوجود آپ ولید کو حلالی بنانے پہ کیوں تُلے ہوئے ہیں اور بداصل و بدنسب کہنے پہ پانی میں بتاشے کی طرح کیوں گُھلے جا رہے ہیں؟

یہ مانا تیرے لب پہ نغمۂ توحید ہے لیکن
تیرے من میں بسیرا ہے ولیدوں کا، یزیدوں کا

(۷) الفاظ کا استعمال

امام احمد رضا کو سوچی سمجھی سازش کے تحت بدنام کرنے کے لیے ڈاکٹر صاحب نے یہ حکمِ حربہ استعمال کیا ہے صفحہ ۱۶۱ پر لکھا ہے کہ مولانا احمد رضا خان نے ترجمے کے اندر دیہاتی زبان استعمال کی ہے اور بھدّے الفاظ پیش کئے ہیں۔ حالانکہ اہلِ علم جانتے ہیں کہ اپنے اپنے علاقے کی ایک مخصوص بولی ہوتی ہے ایک خاص زبان ہوتی ہے۔ ایک لفظ ایک جگہ بھدّا معلوم ہوگا مگر وہی لفظ دوسری جگہ کے رہنے والوں کے لیے مانوس ہوگا۔ البتہ ایسا لفظ نہ ہو کہ جس کا مفہوم کہیں بھی اچھا نہ سمجھا جاتا ہو جیسے ووجدک ضالا فھدیٰ میں ضالا کے معنی مفتی محمود الحسن صاحب نے "بھٹکتا" [۱] کر دیئے ہیں۔ حالانکہ یہ خطاب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے اور آپ کی ذاتِ اقدس کے لیے لفظ "بھٹکنا" کہیں بھی اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ کسی بھی علاقے کا باشندہ "بھٹکنا" کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

[۱] قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جو شخص (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

کے لیے استعمال میں ہرگز نہ لائے گا۔ جہاں تک بھدّے الفاظ کا تعلق ہے تو بطور مشتے نمونہ از خروارے محمود الحسن صاحب کے ترجمہ کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے:۔

● اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ (الکوثر) "بیشک دشمن ہے تیرا وہی رہ گیا پیچھا کٹا۔" (محمود الحسن)

پیچھا کٹا کس قدر بھدّا لفظ ہے۔ ترجمے میں لذّت نام کی کوئی شئے نہیں رہی۔

اب ذرا امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:۔

"بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔" (کنز الایمان)

● وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِىْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا (التحریم) "اور مریم بیٹی عمران کی جس نے روکے رکھا اپنی شہوت کی جگہ کو۔" (محمود الحسن)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کے لیے ایسی بازاری زبان استعمال کرنے کا حوصلہ کسے ہے۔ اب امام احمد رضا کا ترجمہ دیکھئے:۔

"اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی پارسائی کی حفاظت کی۔" (کنز الایمان)

● وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ (المومنون پارہ ۱۸ آیت ۵) "اور جو اپنی شہوت کی جگہ کو تھامتے ہیں۔" (محمود الحسن)

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ضالّ بمعنی گمراہ و بھٹکا کرے وہ کافر ہے۔ ملخصاً

کتاب الشفاء جلد دوم صفحہ ۱۰۳:

تھامنا کا معنی ہے پکڑ لینا۔ دیکھئے کس قدر مضحکہ خیز ترجمہ کیا گیا ہے مگر ڈاکٹر صاحب کو اسی طرح کی زبان پسند ہے اور امام احمد رضا بریلوی کا یہ ترجمہ اُن کے نزدیک ترجمہ ہی نہیں :۔

"اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔" (کنز الایمان)

● وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ( ) "اور بچو ہڑ دُنگے سے۔" (محمود الحسن)

کتنا دیہاتی اور بھدا لفظ ہے مگر امام احمد رضا فرماتے ہیں "اور شیطان سے بچو۔" (کنز الایمان)

● وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (پ۲۸ التحریم) "جس کی چھپٹیاں ہیں آدمی اور پتھر۔" (محمود الحسن)

"جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔" (کنز الایمان)

● اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا (سورۂ انفال آیت ٦٦)

"اب بوجھ ہلکا کر دیا اللہ نے تم پر سے اور جانا کہ تم میں سُستی ہے۔" (محمود الحسن)

یہ آیت کریمہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ "بوجھ" کسی قرآنی لفظ کا ترجمہ نہیں۔ یہ اضافہ ہے اور بغیر بریکٹ کے ہے اور بقول ڈاکٹر صاحب یہ معنوی تحریف ہے۔ دوسرے محمود الحسن صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کہا "تم میں سُستی ہے" حالانکہ سُستی انسان کے کسی ذاتی عمل کا نتیجہ ہوتی ہے یعنی کسی فعل کے سرانجام دینے میں کسی کمی یا کوتاہی کی بناء پر سُستی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ وہ کسی بھی موقعہ پر (معاذ اللہ) سُست یا کاہل ہوئے ہوں۔

اب امام احمد رضا کا ترجمہ دیکھئے۔

"اب اللہ نے تم پر سے تخفیف فرمائی اور اُسے علم ہے کہ تم کمزور ہو۔" (کنزالایمان)

لیکن حیرت ہے کہ اپنے چند مخصوص دہابی عقائد کا ردّ دیکھتے ہوئے ڈاکٹر خالد محمود نے ترجمۂ کنزالایمان ہی کا انکار کردیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ ترجمۂ قرآن نہیں۔

۸ "پیٹھ توڑنا" محاورہ ہے

مسلسل افکار و صدمات کی وجہ سے انسان جب خود پر بہت بوجھ محسوس کرتا ہے یا بقدر ضرورت ظاہری اسباب کی کمی اُسے متفکر کردیتی ہے تو ایسے موقعہ پر عموماً کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی کی تو کمر ٹوٹ گئی ہے جیسے کسی آدمی کا بیٹا مرجائے تو کہتا ہے آج میری کمر ٹوٹ گئی۔ یہ کہہ کر گویا وہ اپنے صدمے کا اظہار کرتا ہے۔ انگریزی میں بھی اسی طرح ہے۔ (GRIEF HAS BROKEN HIS BACK) غم نے اُس کی کمر توڑ دی یا غم نے اُسے بوڑھا کردیا۔

پیٹھ توڑنا یا کمر ٹوٹنا ایک محاورہ ہے جو آلام و تکالیف اور مصائب و شدائد کے اظہار کے لیے بولا جاتا ہے۔ چنانچہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيٓ أَنْقَضَ ظَهْرَكَ کا ترجمہ یہ کیا ہے: "اور تم پر سے تمہارا بوجھ اُتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑ دی تھی۔"

امام احمد رضا بریلوی کے اس ترجمہ کے بارے میں ڈاکٹر صاحب "حضور کی بے ادبی کی ایک اور حرکت" کے عنوان سے لکھتے ہیں:۔

"افسوس خان صاحب نے بہت بے ادبی کا ترجمہ کیا ہے، حضور

کے لیے پیٹھ توڑنے کا لفظ استعمال کرتے ہوئے انہیں ایمانی حیا مانع نہ آئی"۔ [1]

میں نے کہیں پڑھا تھا کہ سپارٹا کی یونانی ریاست میں سب سے اچھے "واردا تیے" کو بڑے انعام واکرام سے نوازا جاتا تھا۔ اگر اس وقت بھی کوئی کمیٹی وہاں یا کہیں اور ہو تو میں اُس کی توجہ ڈاکٹر صاحب کی تالیف مطالعۂ بریلویت کی طرف مبذول کراتا ہوں FIRST PRIZE کہیں نہیں گیا — جیسا کہ بتایا جاچکا ہے کہ پیٹھ توڑنا یا کمر توڑنا ایک محاورہ ہے اور معنوی طور پر اس میں کسی بھی محترم انسان کی کوئی بے ادبی نہیں نکلتی اگر اس پر بول دیا جائے۔ خود ڈاکٹر صاحب کے پیشوا اور حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کا ترجمہ دیکھیے:-

"اور ہم نے آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اُتار دیا جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی"

اب کیا فرماتے ہیں ڈاکٹر صاحب کہ یہ بارگاہِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں بے ادبی کی حرکت ہے یا نہیں اور کمر توڑنے کے لفظ استعمال کرتے ہوئے تھانوی صاحب کو ایمانی حیا مانع ہوئی تھی یا نہیں؟ آگے چلیے۔

ڈاکٹر صاحب کے ایک اور بزرگ شمس العلماء مولوی نذیر احمد خاں دہلوی نے یہ ترجمہ کیا:-

"اور (اس کے علاوہ بوجھ) جس نے تمہاری کمر توڑ رکھی تھی تم پر سے اُتار دیا۔"

کیا فرماتے ہیں ڈاکٹر صاحب! حضور کی بے ادبی کی حرکت ہے یا

---

[1] مطالعۂ بریلویت ج دوم صفحہ ۱۶۲

نہیں اور کمر توڑنے کا لفظ استعمال کرتے ہوئے آپ کے مسلّمہ مقتدا مولوی نذیر احمد صاحب کو ایمانی حیا مانع ہوئی تھی یا نہیں ؟

ڈاکٹر صاحب کے ایک اور بزرگ ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا ترجمہ دیکھئے :-

"اور تم پر سے وہ بھاری بوجھ اُتار دیا جو تمہاری کمر توڑے ڈال رہا تھا ـــ"

فرمائیے جناب ! حضور کی بے ادبی کی ایک اور حرکت ہے یا نہیں اور کمر توڑنے کا لفظ استعمال کرتے ہوئے آپ کے اس بزرگ کو ایمانی حیا مانع ہوئی یا نہیں ؟

علامہ عبدالحق حقانی دہلوی فرماتے ہیں :-

"اور کیا آپ سے آپ کا وہ بوجھ نہیں اُتار دیا کہ جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی ـ"

آگے تفسیر میں فرماتے ہیں :-

"چونکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حوصلہ بہت ہی بڑا تھا اور خصوصًا اس سبب سے کہ شرح صدر ہو چکا تھا تو آپ کے عزائم کی کیا انتہا۔ اور مکہ میں اس وقت تک آپ کے پاس اس کے سرانجام کے اسباب نہ تھے، نہ آپ کے قویٰ وجوارح اس کا تحمل کر سکتے تھے۔ یہ تھا وہ بھاری بوجھ کہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ توڑ رکھی تھی ـ" [۱]

کیا ڈاکٹر صاحب علامہ حقانی پر بھی حضور کی بے ادبی کا بہتان رکھیں گے ؟

---

[۱] تفسیر حقانی جلد ۵ سورۂ الم نشرح ؛

اب ذرا شاہ عبد القادر محدث دہلوی کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:۔

"اور اُتار رکھا تجھ سے بوجھ تیرا، جس نے کڑکائی پیٹھ تیری۔" (تفسیر موضح القرآن)

لفظ "کڑکائی" میں تو اور بھی شدت پائی جاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب آپ کے الفاظ حضرت شاہ صاحب محدث دہلوی کے لیے بھی ہیں یا ان کو صرف امام احمد رضا ہی کے لیے مخصوص سمجھا جائے گا؟

اب اہلِ انصاف کو دعوتِ فکر ہے کہ وہ سوچیں اور خوب غور کریں کہ اگر ڈاکٹر خالد محمود ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی کا اعتراض بجا ہوتا تو وہ صرف امام احمد رضا کے ترجمہ پر اعتراض نہ کرتے بلکہ ساتھ اپنے پیشواؤں کی بھی خبر لیتے۔ کیا ہم اسے منافقانہ رویہ نہ کہیں گے؟

کیا یہ تنقید کا دوہرا معیار نہیں؟

کیا تعصب کی اس سے بڑھ کر بھی کوئی مثال مل سکتی ہے؟

مذکورۃ الصدر تمام حضرات ڈاکٹر صاحب کے لیے انتہائی محترم و مکرم ہیں مگر ڈاکٹر صاحب کی منافقانہ پالیسی اور ان کی فریب کاریوں کی وجہ سے وہ حضرات بھی ڈاکٹر صاحب کی عبارت کے نشانے پر آگئے۔ معلوم ہوا یہ سب محض دھوکہ اور فریب ہے۔ امام احمد رضا اس ناحق الزام سے بری ہیں، اُن کا دامن صاف ہے، دیوبندیوں کی یہ چالبازیاں فقط اس لیے ہیں کہ امام احمد رضا نے ان پر ٹھوس دلائل قائم کر کے ان کو گستاخِ رسول ثابت فرمایا۔ علمائے حرمین شریفین سے تصدیق کروائی۔ پاک و ہند کے سینکڑوں علمائے حق نے بھی تائید کر دی اور وہی گرفت اب تک دیوبندیوں کے دل کا کانٹا بن کے رہ گئی ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ۔

⑨ بغیر غوث کے زمین و آسمان

مطالعۂ بریلویت کے صفحہ ۱۸۱ سے ۲۱۰ تک جوڑ توڑ کی برکت سے ایسی ایسی واہیات عبارات لکھی گئی ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کی پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری دیکھ کر بے ساختہ یہ آیتِ کریمہ یاد آگئی ہے :۔

كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ

ایسے علم کے زور پر جو جہالت ڈاکٹر صاحب پھیلا رہے ہیں یہ انہی کا حصّہ ہے اور وہ ببانگِ دہل کہہ سکتے ہیں ——

ہیچو ما دیگرے نیست ۔

ڈاکٹر صاحب "حضرت (عبدالقادر جیلانی) کا خدا پر رعب" کے عنوان سے امام احمد رضا پر ناحق تہمت رکھتے ہوئے کہتے ہیں :

"بریلوی عقائد کے مطابق حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس قدر اونچے جا چکے تھے کہ خدا بھی اُن کے حکم سے چلتا تھا، حضرت شیخ عالم بشری میں تو بہت بعد میں آئے لیکن ان کے عقیدے میں ان کا وجود زمین و آسمان کے بننے سے پہلے بھی قائم تھا، مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں :۔ "بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے ۔" [1]

ڈاکٹر صاحب جوڑ توڑ کے زور پر یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ غوث سے مراد مطلق حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں ۔ حالانکہ امام احمد رضا بریلوی نے یہ فرمایا ہے کہ ہر زمانے میں غوث کا ہونا ضروری ہے

---

[1] مطالعۂ بریلویت ج ۲ صفحہ ۲۳۲ - ۲۳۳ ۔

اور بغیر کسی غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے۔ یہ بات بھی حسبِ عادت انہوں نے مخبرِ صادق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارک کے تحت کی ہے۔ حدیث ملاحظہ فرمائیے:

طبرانی میں بسند صحیح حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ابدال میری اُمّت میں تیس ہیں، انہیں سے زمین قائم ہے، انہیں کے سبب مینہ اُترتا ہے۔ انہیں کے باعث تمہیں مدد ملتی ہے۔

چونکہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب ختم اللہ علیٰ قلوبہم وعلیٰ سمعہم وعلیٰ ابصارہم کے مرحلے میں پہنچ چکے ہیں، اس لیے اُن سے کیا گلہ۔ بے چاروں نے احادیث کی کتابیں پڑھیں ہوں تو کچھ سمجھیں۔ دیوبندی شاید میری اس بات کو محض طنز و تعصب کے کھاتے میں ڈال دیں مگر انشاء اللہ العزیز مزید آگے ٹھوس دلائل سے ثابت کروں گا کہ ان کے بڑے بڑے عالم احادیث کی کتب سے بے بہرہ ہیں۔ البتہ میرے ان دلائل کے بعد بھی کوئی دیوبندیت سے چمٹا رہتا ہے تو اپنا انجام خود سوچ لے۔ ہمارا کام ہے اتمام حُجّت کرنا، سو پُوری کر دی ہے۔

عین ممکن ہے ڈاکٹر صاحب اس حدیثِ مبارکہ پر بھی اعتراض دھر ماریں لہٰذا اُن کے سامنے حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی علیہ الرحمۃ کی عبارت رکھی جاتی ہے اور عبارت بھی ان کے حکیم الاُمّت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کے قلم سے نکلی ہوئی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے، لکھتے ہیں:۔

"(حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی نے) فرمایا کہ کوئی جگہ اولیاء اللہ سے خالی نہیں ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وان من قریۃ الا خلا فیہا نذیر۔

حرم مکہ مکرمہ میں نماز پنجگانہ میں تین سو ساٹھ اولیاء اللہ شریک ہوتے ہیں اور جب اولیاء اللہ باقی نہ رہیں گے قیامت واقع ہو گی، اولیاء اللہ دعائم عالم کے ہیں یعنی ستون"[1]

اس پر تھانوی صاحب نے جو حاشیہ چڑھایا ہے وہ میری جانب سے بطور تبصرہ کافی ہے۔ تھانوی صاحب فرماتے ہیں:۔

"کیونکہ ان (اولیاء اللہ) کے باقی نہ رہنے سے پھر مومن بھی نہ رہیں گے اور مومنین کے باقی نہ رہنے پر قیامت آجانا احادیث میں وارد ہے۔"[2]

غوث، قطب اور ابدال ہی اولیاء اللہ ہیں، بقول تھانوی صاحب ان کے باقی نہ رہنے پر زمین و آسمان بھی قائم نہ رہیں گے کیونکہ یہ ستون ہیں، ستون گئے تو ساری عمارت گئی اور تھانوی صاحب کے مطابق یہ بات احادیث یعنی کئی حدیثوں سے ثابت ہے لہٰذا ڈاکٹر صاحب کا اعتراض اب امام احمد رضا پر نہیں بلکہ سید الکونین محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مطہرہ ومقدسہ پر ہو گیا — اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ (تمہاری بغاوت کا نتیجہ تمہیں پر ہے)

خوشگوار پہلو

ڈاکٹر صاحب نے چونکہ اسے خود ہی بریلوی عقیدہ قرار دیا ہے لہٰذا ثابت ہو گیا کہ اصلی، سچے اور کھرے اہلِ سنت وجماعت بریلوی ہی ہیں جن کا عقیدہ بحمد اللہ تعالیٰ قرآن وحدیث کے عین مطابق ہے۔ فللہ الحمد ؎

دشمنِ جاں نے مرے حق میں گواہی دیدی — اعتبار آتا بھلا کس کو جو میں خود کہتا

---

[1] امداد المشتاق صفحہ ۶۶ مصنفہ تھانوی صاحب [2] امداد المشتاق صفحہ ۶۶

حضرت جُنید بغدادی والے قصّے پر اعتراض کا دندان شکن جواب

ڈاکٹر صاحب "حضرت جنید بغدادی کو خدا پر فضیلت دینا" کے عنوان سے امام احمد رضا پر یوں اعتراض کرتے ہیں :۔

"ایک دفعہ حضرت جنید بغدادی دریائے دجلہ کو زمین کی طرح پار رہے تھے اور اللہ اللہ کہہ رہے تھے، آپ کو دیکھ کر ایک اور شخص نے اسی طرح دریا پار کرنے کی استدعا کی، اس پر مولانا احمد رضا خان لکھتے ہیں کہ :۔

"فرمایا یا جنید یا جنید کہتا چلا آ۔ اس نے یہی کیا اور دریا پر زمین کی طرح چلنے لگا۔ جب بیچ دریا کے پہنچا، شیطان لعین نے دل میں وسوسہ ڈالا کہ حضرت خود تو یا اللہ کہیں اور مجھ سے یا جنید کہلواتے ہیں، میں بھی یا اللہ کیوں نہ کہوں۔ اس نے یا اللہ کہا اور ساتھ ہی غوطہ کھایا، پکارا حضرت میں چلا، فرمایا وہی کہہ یا جنید یا جنید، جب کہا دریا سے پار ہوا" (ملفوظات حصّہ اوّل ص۱۰۷) [۱]

ڈاکٹر صاحب نے فریب کاری کی آنتوں میں عبارت کا جو آخری حصّہ ہضم کر وادیا وہ یہ ہے :۔

"(اس شخص نے) عرض کی حضرت یہ کیا بات تھی آپ اللہ کہیں تو

---

[۱] مطالعہ بریلویت ج ۲ صفحہ ۲۴۱ ؛

پار ہوں اور میں کہوں تو غوطہ کھاؤں۔ فرمایا ارے نادان! ابھی تو جنید تک پہنچا نہیں، اللہ تک رسائی کی ہوس ہے۔"

"شیطان لعین نے دل میں وسوسہ ڈالا" کا مطلب ہے کہ شیطان اُس شخص کو اپنے مرشد سے بدگمان کرنا چاہتا تھا اور اُس کی حکم عدولی کروانا چاہتا تھا اور اہلِ ایمان جانتے ہیں کہ مرشد کے بغیر تو بات بنتی ہی نہیں۔ مرشد کے بارے میں اولیائے کرام نے اتنا عارفانہ کلام لکھا ہے کہ کئی کتابیں بن جائیں۔ گنجائش نہیں ورنہ بہت ساری مثالیں دیتا۔

یا جنید یا جنید کہلوانے کا مطلب یہ تھا کہ مرشد اپنے مرید کی تربیت آہستہ آہستہ کرتے ہیں، پہلے اللہ والوں تک پہنچاتے ہیں، اللہ والوں کی پہچان کراتے ہیں، پھر اللہ تک پہنچاتے ہیں۔ اس طرح مرید کے بھٹکنے کا ڈر نہیں رہتا۔ ڈاکٹر اقبال فرماتے ہیں ؎

اگر کوئی شعیب آئے میسر   شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

مطلب یہ کہ بغیر مرشد کے اللہ تک پہنچنا محال ہے۔ بغیر اللہ والوں کے اگر مخلوق اللہ تک پہنچ سکتی تو اللہ تعالیٰ کو پھر انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث فرمانے کی کیا ضرورت تھی۔ صحابہ کرام کی ضرورت کیا تھی، اولیاء اللہ کی ضرورت کیا تھی۔ رہا یہ اعتراض کہ "یا اللہ" کہنے سے منع کیا اور "یا جنید" کہلوایا تو یہ شرک ہرگز نہیں۔ یہ اولیائے کرام کے پوشیدہ راز ہیں، خفیہ اسرار ہیں، یہ کئی حکمتوں پر مبنی باتیں ہوتی ہیں، تربیت کا ایک حصہ ہوتی ہیں، مرید کا امتحان مقصود ہوتا ہے، اُس کے ظرف کے مطابق اسے چلایا جاتا ہے۔

مثلاً حضرت جنید تو اللہ اللہ کر کے دریا پار کر لیتے تھے، ڈاکٹر صاحب کبھی آپ بھی اللہ اللہ کر کے دریائے راوی میں قدم رکھنا۔ لاش برآمد نہ ہوئی تو کہنا۔ وجہ کیا ہے کہ جنید گزر جائیں اور ڈاکٹر صاحب ڈوب

جائیں۔ یہی کہ جنید جس مقام پر تھے ڈاکٹر صاحب اس مقام پر نہیں۔ اور اُس مقام تک پہنچنے کے لیے کسی مرشد کا دامن تھامنا پڑتا ہے اور پھر مرشد تو ہر قسم کا امتحان لیتے ہیں، پہلے مرید کا یقین اور اعتماد دیکھتے ہیں۔ جس قسم کا اعتراض ڈاکٹر صاحب نے کیا ہے اس طرح تو کوئی ولی، قطب، غوث اور ابدال نہیں بچ سکتا۔ ایسے بے شمار واقعات سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔

"خدا پر فضیلت"، کا اعتراض قطعی بے جا ہے کیونکہ عبارت کے آخری حصے کے یہ الفاظ کہ

"ابھی تو جنید تک پہنچا نہیں، اللہ تک رسائی کی ہوس ہے"

اس اعتراض کا زبردست رد ہیں۔ ان الفاظ میں اللہ ہی کی فضیلت تسلیم کی جا رہی ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ واقعہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کا وضع کردہ نہیں بلکہ انہوں نے اسے کتاب "حدیقہ ندیہ شرح طریقۂ محمدیہ" سے نقل فرمایا ہے جیسا کہ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت میں درج اس واقعہ کے شروع میں انہوں نے لکھا ہے :۔

"حدیقہ ندیہ میں ہے ...."

اس کتاب کے مؤلف امام عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ معروف اولیائے کرام سے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے (آپ کے لیے) کہ آپ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے اپنی کتاب "جمال الاولیاء" کے صفحہ ۵ پر اس کتاب کا نام لکھ کر اس کے مؤلف کو "... عارف باللہ شیخ عبد الغنی نابلسی" لکھا ہے۔ "جمال الاولیا" میں تھانوی صاحب نے ۴۳ کتب اور ان کے مؤلفین کے نام لکھے ہیں جن میں "شرح طریقۂ محمدیہ" اور اس کے مؤلف بھی شامل ہیں۔ آخر میں

وہ لکھتے ہیں :-

"غرض یہ چالیس سے کچھ زائد کتابیں ہیں جن کی نقل بھروسہ کی نقل ہے اور پھر ان کے مؤلفین بھی ایسے ایسے اکابر اولیاء اور بڑے بڑے علماء ہیں کہ آفاقِ عالم میں ان کے مقبول ہونے پر اتفاق ہو چکا ہے [1]"

لہٰذا ڈاکٹر صاحب کا یہ اعتراض عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ پر ہوا کہ (معاذ اللہ) اُنہوں نے حضرت جُنَید کو خدا پر فضیلت دے دی اور وہ علامہ نابلسی جو بقول تھانوی صاحب اولیاء میں سے ہیں اور آفاقِ عالم میں مقبول بھی ہیں۔

تھانوی صاحب کہیں کہ ان کتابوں کی نقل بھروسہ کی نقل ہے، امام احمد رضا نے وہیں سے قصہ نقل فرمایا تو ڈاکٹر صاحب نے اعتراض جڑ دیا۔ گویا کہ تھانوی صاحب کے قول کو رد کر دکھایا۔

تھانوی صاحب ڈاکٹر صاحب کے روحانی مرشد ہیں۔ مرشد کہے کہ ان پر بھروسہ کرو۔ مرید کہے نہیں نہیں، یہ لائق اعتبار نہیں، اس میں تو اللہ کی شان میں گستاخیاں ہیں۔ بتائیے ایسا مرید کسی کنارے لگ سکتا ہے (یہ علیحدہ بات ہے کہ مرشد بھی ڈوبے ہوئے ہیں)

"مطالعۂ بریلویت" جلد دوم کے مطالعہ سے ہر قاری آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ یہ لوگ نہ شانِ خداوندی کو دیکھتے ہیں نہ شانِ رسالت کو، نہ قرآن کریم پر اعتراض سے جھکتے ہیں اور نہ اولیائے کرام پر الزام و بہتان دھرنے سے باز آتے ہیں، جس سے دشمنی ہو جائے اُسے پورا کرنے کے لیے یہ لوگ کسی قسم کے تقدس کا خیال نہیں رکھتے بلکہ اپنے ناپاک عقائد اور ارادوں

---

[1] جمال الاولیاء صفحہ ۵

کی خاطر سب کو پامال کرتے چلے جاتے ہیں۔

کہتے ہیں جھوٹوں کو اُن کے گھر تک پہنچانا چاہیے۔ یہ سعادت مجھے اکثر حاصل ہوتی رہتی ہے، یہاں بھی اللہ کریم مجھے اس سعادت سے سرفراز فرما رہا ہے۔ فللّٰہ الحمد۔ ملاحظہ فرمائیے:۔

"اللہ اللہ" نہیں "آہ آہ" کرو

دیوبندیوں کے جامع المجددین اور حکیم الاُمّت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کی زبانی یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیے:۔

"ایک دن حضرت شاہ حاجی امام الدین رحمۃ اللہ علیہ علیل ہوئے اور آہ آہ کرنے لگے۔ حضرت مفتی الٰہی بخش صاحب برادر حاجی صاحب کہ نسبت ارادت بھی حاجی صاحب سے رکھتے تھے، عیادت کو آئے اور کہا۔ آہ آہ کیوں کرتے ہو اللہ اللہ کرو۔ انہوں نے کچھ خیال نہ کیا اور آہ میں مشغول رہے۔ ایک دن اتفاقاً حضرت مفتی صاحب بھی اسی درد میں مبتلا ہوئے اور اللہ اللہ کرنے لگے اور آہ منہ سے نہ نکالا۔ حضرت شاہ صاحب نے تشریف لا کر فرمایا کہ جب تک آہ نہ کرو گے صحت نہ ہوگی۔

چنانچہ یہی ہوا کہ مرض ترقی کرتا گیا، کسی طرح تخفیف نہ ہوئی۔ بالآخر مفتی صاحب نے آہ کرنا شروع کیا اور صحت حاصل ہوگئی۔ یہ مقام عبودیت تھا اور تذلّل و عبدیت محبوب کو محبوب ہے اور اسی میں رضا و تسلیم بھی مقصود ہے اور اللہ اللہ مقام الوہیت ہے۔" [1]

اس پر اعتراضات کی بوچھاڑ کی جاسکتی ہے مگر مقام عبودیت اور تذلّل و عبدیت کی جو تاویل اس واقعہ میں کرلی گئی، اگر سیدی عارف

---

[1] امداد المشتاق صفحہ ۵۰ واقعہ نمبر ۱۰۴

باللہ علاّمہ نابلسی علیہ الرحمۃ کے واقعہ میں بھی تسلیم کر لی جاتی اور کہا جاتا کہ مقامِ اُلوہیت سے پہلے مقامِ محبوبیت کو سمجھنا ضروری ہے تو علاّمہ نابلسی کی ذات پر کچھ اعتراض باقی نہ رہتا۔ مگر جن کا کام ہی قرآنی آیات، احادیثِ مبارکہ اور عباراتِ اولیاءِ کرام میں جوڑ توڑ کرنا ہو اور طرّہ یہ کہ مہارت بھی پیدائشی طور پر حاصل ہو تو وہ کوئی دوسرا کام کیسے کریں ؟

آپ کی ساری تاویلیں تو فقط اپنے گھر کے خالص دیوبندی بزرگوں کے لیے ہی مخصوص ہیں۔ بتائیے آہ کو اللہ پر فضیلت حاصل ہوئی یا نہیں؟ آپ کے یہی حکیم الامّت دوسری جگہ فرماتے ہیں :۔

"میں نے طالب علمی کے زمانہ میں کسی کتاب میں دیکھا کہ ایک پیر نے مرید سے پوچھا کہ تم خدا کو جانتے ہو۔ مرید نے کہا میں خدا کو کیا جانوں میں تو تم کو جانتا۔ مجھ کو اس پر بڑا غصہ آیا کہ بڑا ہی جاہل اور ایمان سے دُور تھا۔

میں نے یہ قصہ (اپنے اُستاد) مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی سے عرض کیا کہ حضرت ایسے ایسے بھی جاہل ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ کیا تم خدا کو جانتے ہو۔ تب میری آنکھیں کھلیں۔ فرمایا کہ یہاں کسی اللہ والے ہی کو پہچان لے یہ ہی بڑی نعمت ہے۔" [1]

یہی بات تھی حضرت جنید والے قصہ میں کہ شیطان مرید کو اپنے پیر سے دُور کرنا چاہتا تھا، حضرت جنید اللہ والے تھے، انہیں معلوم تھا کہ مرید میری بات مانتا رہا تو انشاءاللہ دین و دُنیا میں فلاح پائے گا مگر شیطان (دیوبندیوں کی طرح) بڑے خوبصورت طریقے سے مرید کو گمراہ کرنا چاہتا

[1] الافاضات الیومیہ جلد ۴ صفحہ ۲۹۲

تھا لہذا حضرت جنید نے فرمایا کہ ارے نادان پہلے جنید کو سمجھ لے پھر اللہ تک رسائی کی ہوس کرنا چاہیے تھانوی صاحب کے استاد نے اُن سے کہا کہ اللہ والوں کی پہچان ہی اللہ کی پہچان ہے۔

قصہ تھا حدیقہ ندیہ کا، بیان فرمایا علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ نے اور واقعہ پیش آیا تھا حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے ساتھ اور ہمارے ڈاکٹر صاحب نے اعتراض امام احمد رضا پہ جڑ دیا۔ اور پھر خوب اچھے طریقے سے جھوٹ گھڑ کر عنوان دے دیا "حضرت جنید بغدادی کو خدا پر فضیلت دینا۔" اللہ تعالیٰ نے اسی لیے فرمایا ہے:۔

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ۝ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ۔

کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اُترتے ہیں، اُن پر اُترتے ہیں جو جھوٹ گھڑتے ہیں، گنہگار ہوتے ہیں (الشعراء)

(۱۱) اللہ تعالیٰ کا مشورہ طلب کرنا

"اللہ تعالیٰ انجام سے باخبر نہیں، مشورے طلب کرتا ہے" کا عنوان دے کر شہنشاہِ جوڑ توڑ فرماتے ہیں:۔

"مولانا احمد رضا خاں کے عقیدے پر افسوس، وہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضور سے مشورہ کر کے چلتا ہے۔"[1]

جھوٹے پر محمد بن عبدالوہاب نجدی کی لی جانے والی آتی جاتی سانسوں کا دوگنا لعنت۔ "الامن والعلیٰ" (یعنی اعلیٰحضرت کی کتاب) میں یہ الفاظ کہیں بھی درج نہیں کہ اللہ تعالیٰ انجام سے باخبر نہیں اور حضور سے مشورہ کر کے چلتا ہے۔ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ (دھتکار

[1] مطالعہ بریلویت ج ۲ صفحہ ۲۶۴؀

ہو اس پر جو جھوٹ گھڑنے والا گنہگار ہے (الجاثیہ)۔ اس کے بعد لکھتے ہیں :—

"بے شک میرے ربّ نے میری اُمّت کے بارے میں مجھ سے مشورہ طلب کیا (الامن والعلی ص۸۵)" [1]

محض اتنا سا ٹکڑا نقل کرنے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے دل کی آگ یوں بجھائی :—

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات کیسے کہہ سکتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے مشورہ کرتا ہے؟

افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے اس بات کو حدیث بنا کر پیش کیا ہے، اور اس پر امام احمد (۲۴۱ھ) اور ابن عساکر (۵۷۱ھ) کا حوالہ دیا اور ابن حذیفہ صحابی کو اس کا راوی بنایا، افسوس کہ ہمیں صحابہ میں ابن حذیفہ نام کے کوئی صحابی نہیں ملے۔ نہ مسند احمد میں حضرت حذیفہ کی یہ روایت ملی ہے، نہ تاریخ ابن عساکر میں کہیں یہ ملا کہ اللہ تعالیٰ انجام سے با خبر نہیں، حضور سے مشورے طلب کرتا ہے (معاذ اللہ)

اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ بات کسی تصوّر میں نہیں آ سکتی کہ وہ کسی سے مشورے لینے کا محتاج ہو مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے یہ روایت وضع کر کے (یعنی خود گھڑ کے) اس بحث میں اللہ تعالیٰ کے لیے تین بار مشورہ کا لفظ لکھا ——— معلوم ہوتا ہے تین دفعہ لکھنے سے مولانا نے شاید عیسائیوں کو خوش کرنا ہو کہ مسلمان بھی تثلیث کے قائل ہو گئے (یعنی مسلمان وحدانیت کی تین شاخوں باپ[1] (اللہ) بیٹا[2] (حضرت عیسیٰ) اور روح[3] القدس کے قائل ہو گئے)" [2]

---

[1] ایضاً صفحہ ۲۶۴ : [2] ایضاً جلد ۲ صفحہ ۲۶۴ ∴

اب جگر تھام کے بیٹھو مری باری آئی

جہالت و ضلالت کا یہ مظاہرہ آج ڈاکٹر صاحب ہی نے نہیں فرمایا بلکہ برسوں پہلے مدرسہ خیر المدارس ملتان کے نامور دیوبندی علماء بھی فرما چکے ہیں۔ کسی وقت مدرسہ خیر المدارس ملتان سے ماہنامہ "الصدیق" بڑے زور و شور سے شائع کیا جاتا رہا اور یہ رسالہ دل کھول کر علمائے اہلِ سُنّت کے خلاف زہر اُگلتا رہا۔ تینتیس چونتیس سال قبل الصدیق ماہ ذوالحجہ ۱۳۷۸ھ میں بھی یہ الزام امام احمد رضا کے سر رکھا گیا کہ احمد رضا کی اس پیش کردہ حدیث کا کہیں نام و نشان نہیں۔ اُسے دیکھ کر یقیناً کئی دیگر علمائے دیوبند نے بھی اسے اپنی تحریروں تقریروں میں پیش کیا ہوگا جو کہ ہماری نظروں سے نہ گزر سکے ہوں گے۔ آج دیوبندیوں کے ایک اور علاّمہ صاحب نے یہی بہتان پھر دہرا دیا ہے۔ یہ اعتراض جب ماہنامہ الصدیق ملتان میں شائع ہوا تو اسی وقت غزالیٔ دوراں علاّمہ سیّد احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس اعتراض کا مدلّل جواب ماہنامہ "السعید" ملتان شمارہ دسمبر ۱۹۵۹ء میں پیش فرما دیا جو "الاھدا" کے نام سے شائع ہوا پھر یہی علمی مقالہ "مقالاتِ کاظمی" حصّہ دوم میں شائع ہوا۔ یہی مقالہ ۱۹۹۱ء میں ادارہ معارف نعمانیہ ۳۲۳ - شادباغ لاہور کی جانب سے "الاھدا" کے نام سے ہی ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس دور میں جو اعتراض جڑ دیا، ممکن ہے کل کلاں کوئی اور علاّمہ پھر اعتراض دھر مارے۔

اس اعتراض سے متعلق دو ہی باتیں ہو سکتی ہیں۔ پہلی بات یہ کہ ماشاء اللہ ساری دیوبندی برادری ہی اس حدیث سے ناواقف نکلی۔ جس میں دیوبندی مؤرخ، مفکر اور محقق علامہ خالد محمود صاحب بھی اللہ کے "فضل و کرم" سے شامل ہیں۔ سب نے اپنے اپنے مطالعے کی وسعت، کتب احادیث سے وابستگی اور دیانت و صداقت کا بھرپور احساس بھی دلا دیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ باوجود حدیث پڑھنے کے یا کم از کم علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ کے جواب اور احادیث کی کتب کی نشاندہی کے بعد حوالہ ملاحظہ کر کے بھی اگر یہ لوگ اعتراض کر رہے ہیں تو ان کے اندر کا رسول دشمنی کا وائرس بڑا طاقتور ہے۔ "وائرس" اس لیے کہا ہے کہ ہر جراثیم جو بیماری پیدا کرتا ہے اس کا علاج موجود ہے مگر دنیا کے تمام ڈاکٹر اس پر متفق ہیں کہ "وائرس" لاعلاج ہے۔ بس ان اعتراض کرنے والوں کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دشمنی کا جو وائرس موجود ہے۔ اب اس کا کوئی علاج نہیں۔ انہوں نے کل بھی اعتراض کیا تھا، آج بھی کیا ہے اور کل پھر بھی کریں گے۔ رسول دشمنی کا وائرس اپنا کام دکھاتا رہے گا۔

ان لوگوں کی نظروں سے ماہنامہ "السعید" ضرور گزرا ہوگا، اگر وہ نہیں تو "مقالاتِ کاظمی" کتاب پڑھی ہوگی بلکہ نجی محفلوں میں علامہ کاظمی کے جواب پر تبصرے ہوئے ہوں گے، ایک دوسرے کو اس جواب سے آگاہ کیا گیا ہوگا۔ نشاندہی ہو جانے پر کتابوں کی شان بین ہوئی ہوگی اور سب بغلیں جھانک کر رہ گئے ہوں گے۔ اگر یہ بھی نہیں تو ادارہ معارف نعمانیہ کا الگ شائع کردہ "الاھدا" ضرور نظروں تلے آیا ہوگا۔ المختصر یہ کہ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی جو اعتراض کر رہے ہیں تو پتہ چلا کہ بارگاہِ رسالت کی بے ادبی و بے حرمتی

ان لوگوں کا محبوب مشغلہ ہے۔

آج علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ ہم میں موجود نہیں۔ بغرضِ ایصالِ ثواب اور ان کی روح مبارک کو خوش کرنے کے لیے ڈاکٹر خالد محمود صاحب کے اعتراض کے جواب میں احقر اُن کے مضمون " الاھدا " ہی سے کچھ عبارت نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ کا جواب ملاحظہ فرمائیے:۔

جواب:۔ بدعقیدگی اور گمراہی کی اصل بنیاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جلّ مجدہٗ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے افعالِ مقدسہ کا قیاس اپنے افعال پر کرلیا جائے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ یاد رکھیے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہم اپنے مشوروں کے متعلق اگر یہ کلیہ تسلیم کرلیں کہ ہمارا مشورہ طلب کرنا غلطی کا احتمال دُور کرنے کے لیے احتیاج اور عاجزی کی بناء پر ہوتا ہے تو ممکن ہے کہ کسی حد تک اسے صحیح کہا جاسکے لیکن اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ کو بھی اس کلیہ میں شامل کرنا باطل محض ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ معاذ اللہ، اللہ و رسول ہماری مانند ہیں۔ غلطی کا احتمال دُور کرنا بھی حاجت ہے اور عاجزی بھی احتیاج کو مستلزم ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے محتاج نہیں۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں غنی، بے پرواہ اور احتیاج سے پاک ہیں جیسا کہ عنقریب دلائل کی روشنی میں واضح کیا جائے گا۔

ایک صحیح اور واقعی حدیث کو جو کتب احادیث میں موجود ہیں اور معترض علم حدیث سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اسے معلوم

کرنے سے قاصر رہا محض اپنی رائے ناقص پر اعتماد کر کے جھوٹی حدیث کہہ دینا بلکہ اپنے زعم باطل کی بناء پر یہ دعویٰ کر دینا کہ اس حدیث کا کہیں ذکر نہیں، بدترین جہالت و ضلالت کا مظاہرہ ہے۔ دیکھئے یہ مبارک حدیث مسند امام احمد جلد پنجم و کنز العمال جلد ششم اور خصائص کبریٰ جلد دوم تینوں کتابوں میں موجود ہے۔

ان ربی استشارنی فی اُمتی ماذا افعل بھم فقلت ما شئت یارب ھم خلقك وعبادك فاستشارنی الثانیۃ فقلت لہ کذالك فاستشارنی الثالثۃ فقلت لہ کذالك فقال تعالیٰ انی لن اخزیك فی اُمتك یااحمد وبشرنی ان اول من یدخل الجنۃ معی من اُمتی سبعون الفا لیس علیھم حساب ثم ارسل الی ادع تجب وسل تعط فقلت لرسولہ اومعطی ربی سؤلی قال ما ارسل الیك الا لیعطیك۔ الحدیث۔

(حم (احمد) وابن عساکر عن حذیفۃ)

کنز العمال جلد ششم صفحہ ۱۱۲ حدیث ۱۷۳۵ و خصائص کبریٰ جلد دوم صفحہ ۲۱۰ اخراج احمد وابوبکر الشافعی فی الغیلانیات وابونعیم وابن عساکر عن حُذَیفۃ بن الیمان و مسند امام احمد جلد ۵ مطبوعہ مصر صفحہ ۳۹۳۔

ترجمہ:۔ بے شک میرے ربّ کریم نے میری اُمت کے بارے میں مجھ سے مشورہ طلب کیا کہ میں ان کے ساتھ کیا کروں؟ میں عرض کیا۔ اے میرے ربّ جو کچھ تُو چاہے وہی کر، وہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں۔ پھر اللہ نے دوبارہ مجھ سے مشورہ لیا

میں نے وہی جواب دیا۔ اس نے تیسری دفعہ مجھ سے مشورہ طلب فرمایا میں نے پھر وہی عرض کیا۔ پھر میرے ربّ کریم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بے شک میں تیری اُمّت کے معاملہ میں تجھے ہرگز رسوا نہ کروں گا اور مجھے بشارت دی کہ میرے ستر ہزار اُمّتی سب جنتیوں سے پہلے میری ہمراہی میں داخل جنّت ہوں گے۔ ان میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے جن سے حساب تک نہ لیا جائے گا۔ پھر میرے ربّ نے قاصد بھیجا کہ میرے حبیب تو دُعا کر تیری دُعا قبول کی جائے گی اور مانگ تجھے دیا جائے گا۔ میں نے اپنے ربّ کریم کے قاصد سے کہا کہ کیا میرا ربّ میری ہر مانگی ہوئی چیز دے گا؟ تو اس قاصد (فرشتہ) نے عرض کی کہ حضور اسی لئے تو ربّ تعالیٰ نے آپ کو پیغام بھیجا ہے کہ آپ جو کچھ بھی مانگیں آپ کو عطا فرمائے۔

آگے یہ حدیث مبارک طویل ہے جس میں حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور اپنی اُمّتِ مکرمہ کے بہت سے فضائل ومحامد بیان فرمائے۔ ہم نے قدرِ ضرورت پر اکتفا کیا ہے۔

معترض کا قول تو یہ تھا کہ اس جھوٹی حدیث کا کہیں ذکر ہی نہیں لیکن بحمدہٖ تعالیٰ ہم نے ثابت کر دیا کہ مسند امام احمد وکنز العمال اور خصائص کبریٰ میں یہ حدیث موجود ہے۔ کنز العمال میں تو اس کی تخریج صرف امام احمد اور امام ابن عساکر کی طرف منسوب ہے، لیکن خصائص کبریٰ میں ان کے علاوہ ابو بکر شافعی (امام بزار) اور ابو نعیم کی طرف بھی اس حدیث کی تخریج کو منسوب کیا ہے۔ وللہ الحجۃ القاہرہ۔

اعلیٰ حضرت مجدّد دین وملّت رحمۃ اللہ علیہ نے الامن والعلیٰ

میں مسند امام احمد کا نام نہیں لکھا۔ صرف اتنا تحریر فرمایا:۔
الامام احمد و ابن عساکر عن حذیفۃ
(الامن والعلیٰ صفحہ ۱۲۳ مطبوعہ مطبع اہل سنت وجماعت بریلی)
اور الفاظ حدیث کنزالعمال جلد ششم سے نقل فرمائے اور کتاب کا حوالہ نہیں دیا تاکہ ان منکرین و مخالفین کے ادعائے علم وفضل کی حقیقت آشکارا ہو۔
الحمد للہ! اہل علم نے دیکھ لیا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد ملت قدس سرہ العزیز علم وفضل کا وہ بحر ذخار ہیں جس کے ساحل تک بھی منکرین کی رسائی نہیں۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ۔
رہا ابن حذیفہ کا معاملہ تو یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ کنزالعمال اور خصائص کبریٰ اور مسند امام احمد تینوں میں عن حذیفۃ موجود ہے نیز الامن والعلیٰ شائع کردہ نوری کتب خانہ لاہور کے صفحہ ۱۲۳ پر عن حذیفۃ موجود ہے۔ البتہ صابر الیکٹرک پریس کی مطبوعہ کے صفحہ ۸۵ پر کاتب کی غلطی سے عن کی بجائے ابن لکھا گیا جسے کوئی معمولی سمجھ والا انسان بھی مصنف کی طرف منسوب نہیں کر سکتا مگر جو شخص تعصب و عناد کے جوش میں ایک ایسی عظیم وجلیل حدیث کو نہیں مانتا جو کتب احادیث میں موجود ہے تو وہ اس حقیقت ثابتہ کو کیونکر تسلیم کرنے لگا ہے۔ ؎

خصوصی توجہ چاہتا ہوں

علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ کی نشاندہی پر اس احقر نے خصوصی تگ ودو کی اور ایک بہت بڑی معروف لائبریری سے

؎ مقالات کاظمی حصہ دوم صفحہ ۲۱۰ تا ۲۱۲۔

رابطہ قائم کیا۔ وہاں سے علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی "خصائص کبریٰ" اور شیخ علاؤ الدین علی المتقی رحمۃ اللہ علیہ کی "کنز العمال" نکلوائی۔ اور چند مشکل مراحل سے گزرنے کے بعد ان کتابوں کے صفحاتِ مذکورہ حدیث کے فوٹوسٹیٹ کروائے۔ پھر "خصائص کبریٰ" اردو کو بھی تلاش کیا اور مذکورہ حدیث کے صفحات کے فوٹوسٹیٹ کروالیے۔ عربی کی یہ کتب اور وہ بھی پرانے نسخے چونکہ چند ایک بڑی لائبریریوں ہی سے دستیاب ہیں، عام کتب خانوں یا لائبریریوں سے نہیں ملتے اس لیے بندۂ ناچیز نے یہ تھوڑی سی محنت اور بھاگ دوڑ کر کے یہ فوٹوسٹیٹ حاصل کر لیے تاکہ ہمارے اہل سنت بھائی اپنی آنکھوں سے ان کتب میں درج حدیث مبارکہ کا دیدار کر کے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں۔

اب جبکہ مضمون کے ساتھ محض حوالے نہیں بلکہ اصلی کتب کے فوٹوسٹیٹ بھی دے دیئے گئے ہیں تو قارئین سے صرف اتنی گزارش ہے کہ وہ سوچیں اور غور کریں کہ کیا دیوبندی بریلوی جھگڑا، کوئی جھگڑا نہیں؟ کیا دیوبندیوں کو جو ہم گستاخ رسول کہتے ہیں تو غلط کہتے ہیں؟ ڈاکٹر خالد محمود صاحب کے شریر اور گستاخ قلم کا حملہ اگر مولانا احمد رضا خاں پر ہوتا تو عفو و درگزر اور مصالحت کی بہت سی راہیں نکل سکتی تھیں مگر اب یہ حملہ اور ان عبارات کی ضرب براہِ راست رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و حرمت پر پڑتی ہے اب ڈاکٹر صاحب کے گستاخ قلم کا حملہ کسی بریلوی پر نہیں بلکہ خاص رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ محترم پر ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے قلم کا نشانہ احمد رضا کی ذات نہیں بلکہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عفت و عصمت بن گئی اور جس نے

اللہ تعالیٰ کے اس پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچائی اُس کا فیصلہ جو بھی ہوگا وہیں سے ہوگا جہاں سے اس مقدس ہستی کو باعثِ تخلیقِ کائنات اور رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اور وہ فیصلہ تو کبھی کا قرآن میں سنایا جا چکا ہے۔

دیکھئے ڈاکٹر صاحب نے جو فرمایا ہے :-

"مشورہ طلب وہ کرتا ہے جسے انجام کی خبر نہ ہو۔" [۱]

چونکہ حدیثِ مبارکہ میں "استشارنی" کا لفظ تین بار آیا ہے تو ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین بار مشورہ ہوا۔ اب جب خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے تین بار مشورہ کیا ہے تو اب ڈاکٹر صاحب کے عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ کو انجام کی خبر نہ تھی کیونکہ وہ خود تو کہہ رہے ہیں کہ مشورہ طلب وہ کرتا ہے جسے انجام کی خبر نہ ہو۔ اس صورت میں ڈاکٹر صاحب اللہ تعالیٰ کے گستاخ ٹھہرے اور اگر اُن کا عقیدہ یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ انجام سے باخبر ہوتا ہے تو پھر حدیث کا انکار کرنا پڑے گا۔ اس لیے انجام سے باخبری کا عقیدہ اسی وقت درست سمجھا جائے گا جب وہ مشورہ طلب کرنے والی حدیث کا انکار کریں گے۔ کیونکہ اُن کے عقیدے کے مطابق مشورہ طلب کرنے والا تو انجام سے بے خبر ہوتا ہے لہٰذا اس دوسری صورت میں وہ گستاخِ رسول اور منکرِ حدیث ہوئے یعنی اللہ تعالیٰ کو باخبر مانیں تو مشورے والی حدیث کا انکار لازم آئے

---

[۱] مطالعۂ بریلویت دوم ص ۲۶۳ [۲] دراصل دیو کے بندیوں کا عقیدہ بھی یہی ہے اور اس عبارت کو ان کے دھرم پنڈت جناب مولوی حسین علی واں بھچروی نے اپنی بلغۃ الحیران میں یوں لکھا ہے

گا اور مشورے والی حدیث مانیں گے تو اُن کے اپنے قول کے مطابق اللہ کو انجام سے بے خبر ماننا پڑے گا ؎

مجنوں ہے گرفتارِ بلا دونوں طرح سے
وہ صحبتِ لیلیٰ ہو کہ ہو فرقتِ لیلیٰ

ڈاکٹر صاحب ایک اور جگہ فرماتے ہیں:۔

"مولانا احمد رضا خاں کے عقیدے پر افسوس، وہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضور سے مشورہ کر کے چلتا ہے"۔ ؎۱

ایک تو ڈاکٹر صاحب نے سراسر یہ جھوٹ بولا کہ مولانا احمد رضا خان نے لکھا ہے کہ "اللہ تعالیٰ حضور سے مشورہ کر کے چلتا ہے" الامن والعلیٰ میں اس کا نام و نشان بھی نہیں۔ وہاں تو صرف حدیث کا ترجمہ لکھا گیا ہے کہ "بے شک میرے رب نے میری اُمت کے باب میں مجھ سے مشورہ طلب فرمایا"۔ "اللہ تعالیٰ مشورہ کر کے چلتا ہے"، کے الفاظ نہ ہیں اور نہ وہ عاشقِ رسول لکھ سکتا تھا۔ لہٰذا ڈاکٹر صاحب اوّل درجے کے کذاب ٹھہرے اور کذاب کے لیے قرآنی فیصلہ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ ہے۔

دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کے مشورہ کرنے کے عقیدے پر ڈاکٹر صاحب نے افسوس کا اظہار کیا ہے گویا یہ غیر اسلامی عقیدہ ہے۔ جب یہ حدیث سے ثابت ہے تو یہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عقیدہ ٹھہرا، جب حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے تو یہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ ٹھہرا، جب علمائے اسلام نے اسے اپنی اپنی حدیث کی کتب

؎۱ مطالعۂ بریلویت دوم ص ۲۶۴ ؎

میں درج فرمایا تو یہ ان بزرگانِ دین اور تمام سلف صالحین کا عقیدہ ٹھہرا۔ لہٰذا ڈاکٹر صاحب کا اظہارِ تاسف امام احمد رضا کے عقیدے پر نہ رہا بلکہ یہ اظہارِ تاسف منصبِ رسالت، مقامِ صحابہ اور شانِ اولیاء پر ہوگیا اور ڈاکٹر صاحب ان سب کے گستاخ ٹھہرے۔ پھر ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں :

"افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے اس بات کو حدیث بنا کر پیش کیا ہے اور اس پر امام احمد رضا اور ابن عساکر کا حوالہ دیا اور ابن حذیفہ صحابی کو اس کا راوی بنایا۔" [1]

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے یہ حدیث خود گھڑ لی، غلط حوالے دیئے بلکہ جھوٹے اور یوں ہی جھوٹ موٹ صحابی کو راوی بنا ڈالا۔ اب جبکہ کتب احادیث کے فوٹوسٹیٹ بھی پیش کئے جا رہے ہیں تو امام احمد سچا ثابت ہوئے اور ڈاکٹر خالد محمود جھوٹے اور جھوٹے کے متعلق قرآنی وعید یہ ہے لعنۃ اللہ علی الکٰذبین۔

پھر ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں :۔

"نہ مسند احمد میں حضرت حذیفہ کی یہ روایت ملی ہے۔"

یا تو ڈاکٹر صاحب آنکھیں نہیں رکھتے، رکھتے ہیں تو نگاہ کا فرق ہوگا اور جیسا کہ بظاہر اُن کی نگاہ بھی درست ہے تو ثابت ہوا کہ انہوں نے تلاش ہی نہیں کی اور جھوٹ لکھ دیا کہ مسندِ احمد میں یہ حدیث نہیں جھوٹ کی وہی قرآنی سزا جو اوپر درج کی جا چکی ہے۔ اور اگر دیکھ لی تھی مگر قصداً لکھ مارا کہ روایت نہیں ملی تب بھی جھوٹے اور جھوٹے

---

[1] مطالعۂ بریلویت جلد دوم صفحہ ۲۶۳ فوٹوسٹیٹ صفحہ نمبر   پر دیکھیں۔

کی قرآنی سزا ہے لعنۃ اللہ علی الکٰذبین۔ ؎

دو گونہ رنج و عذاب است جان مجنوں را
بلائے صحبتِ لیلیٰ و فرقتِ لیلیٰ

پھر ڈاکٹر صاحب نے لکھا:۔

"مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے یہ روایت وضع کر کے اس بحث میں اللہ تعالیٰ کے لیے تین بار مشورہ کا لفظ لکھا۔"

ایک تو ڈاکٹر صاحب نے یہ جھوٹ بولا کہ یہ روایت وضع کردہ ہے جھوٹے پر خدا کی لعنت،

دوسرے امام احمد رضا پر تہمت اور بہتان باندھا۔ اس جرم کی سزا الگ ہوگی۔

پھر ڈاکٹر صاحب نے فرمایا:۔

"معلوم ہوتا ہے تین دفعہ لکھنے سے مولانا نے شاید عیسائیوں کو خوش کرنا ہو کہ مسلمان بھی تثلیث کے قائل ہو گئے۔"

اس گستاخی کی ضرب بھی امام احمد رضا کی ذات پر نہ ہوئی بلکہ امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و حرمت پر جا پڑی۔ چونکہ تین دفعہ خود سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے لہذا یہ طعن اب اُن کی ذاتِ اقدس کے لیے بھی ہو گیا۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا) کوئی کام اگر تین بار کہا جائے تو کیا اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ عیسائی خوش ہوں؟ اگر یہی بات ہے تو پھر آپ مغرب کی نماز میں فرض کی کتنی رکعت پڑھتے ہیں۔ تین پڑھیں گے تو لوگ سمجھیں گے کہ "مطالعۂ بریلویت" کے مطابق عیسائیوں کو خوش کر رہے ہیں اور اگر دو یا چار پڑھیں گے تو اسلام کے منکر ہوئے۔ آپ کے لیے دونوں

طرح عذاب ہے۔ پھر رکوع اور سجدے میں تین تین بار ہی سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْم اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى پڑھا جاتا ہے، کیا سارے مسلمان عیسائیوں کو خوش کرنے کے لیے تین تین بار پڑھتے ہیں۔ نکاح میں عورت و مرد سے تین تین بار ہی ایجاب و قبول کرایا جاتا ہے، کیا سارے علمائے کرام و مشائخ عظام جو نکاح منعقد کرنے کا دینی فریضہ انجام دیتے ہیں، عیسائیوں کو خوش کرنے کے لیے تین تین بار کرتے ہیں؟ عشاء کی نماز میں تین وتر پڑھے جاتے ہیں، عید الفطر اور عید الاضحٰی کی نمازوں میں تین تین بار اللہ اکبر کہہ کر رفع یدین کیا جاتا ہے، کیا اہلِ اسلام عیسائیوں کو خوش کرنے کے لیے ایسا کرتے ہیں؟ حجاجِ کرام تین بار شیطان کو کنکریاں مارتے ہیں تو کیا یہ سب کچھ عیسائیوں کو خوش کرنا مقصود ہوتا ہے؟

لیکن کہاں تک بیان کرتا رہوں۔ آپ کو تو نہ خدا کا خوف ہے اور نہ اپنے نبی کی لاج۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو آپ کے شر سے محفوظ رکھے۔

ایک بات ہر دیوبندی چھوٹے بڑے کے لبوں سے چپکی رہتی ہے کہ یہ بریلوی قرآن و حدیث کو کیا جانیں۔ یہ تو محض گیارھویں کھانے والے اور مردوں کے کفن اُتارنے والے ہیں۔ ہمارے علماء نے تو کتابوں کے ڈھیر لگا دیئے ہیں۔ فلاں حدیث کی شرح لکھی ہے، فُلاں کا حاشیہ لکھا ہے۔

مگر ان علماء و فضلاء کے ان دعووں کا حال یہ نکلا کہ بے چاروں نے ابھی تک خصائصِ کبریٰ، کنز العمال اور مسند احمد تک نہیں پڑھی۔ پڑھی ہوتی تو یہ کیوں کہتے کہ یہ حدیث احمد رضا نے خود گھڑلی۔ احادیث کی ان کتب کے فوٹو سٹیٹ جب ڈاکٹر صاحب کی نظروں سے گزریں گے تو اُن کی ندامت و خجالت اور جھینپنے کا انداز کیا ہو گا، اس کا تصوّر خود ہی کر لیجئے گا۔ سچ ہے۔

ع جسے چاہے خدا ذلیل کرے

رہی بات اللہ تعالیٰ کے مشورہ لینے کی تو علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ نے تفسیر روح المعانی، ابن جریر، تفسیر کبیر، تفسیر نیشاپوری، عرائس البیان، مدارک، سراج منیر، روح البیان، تفسیر جمل، بیضاوی، تفسیر کشاف اور مفردات راغب کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مشورہ لینا احتیاج و عاجزی کی بناء پر نہیں بلکہ حکمتوں پر مبنی ہوتا ہے۔ خوفِ طوالت سے یہ عنوان چھوڑا جا رہا ہے، جس نے تسلی کرنی ہو وہ علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ کا مضمون "الاھدا" مقالاتِ کاظمی حصہ دوم میں خود ملاحظہ کر لے۔

نوٹ:۔ اس وقت میرے پاس اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی کتاب "الامن والعلیٰ" کا جو نسخہ ہے، یہ "کامیاب دار التبلیغ ۳۸ اردو بازار لاہور" کا شائع کردہ ہے۔ یہ حدیث اس کے صفحہ ۱۰۷، ۱۰۸ پر درج ہے اور اس کے آخر میں بھی "عن حذیفۃ" ہے ابن حذیفۃ نہیں۔ اور مکرر عرض کرتا ہوں کہ آخر میں خصائص کبریٰ اور کنز العمال وغیرہ کے فوٹو سٹیٹ ضرور ملاحظہ فرمائیے۔

⑫ تحتِ قدرت نہ ہونا

"اللہ تعالیٰ کی قدرت کو کھلا چیلنج" کے عنوان اور الزام و بہتان سے ڈاکٹر صاحب رقمطراز ہیں:۔

"اسلام کا قطعی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ــ ان اللہ علیٰ کل شئی قدیر۔

جو چیزیں اس کی مشیت میں ہوئیں اور جو چیزیں مشیت میں مقدر نہ ہوئیں ان پر بھی وہ قادر ہے، کوئی چیز جو ممتنع بالذات نہیں، اُس کی قدرت سے خارج نہیں۔ حضور اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور

ممکن بالذات۔ سو یہ بات کہ آپ جیسی کوئی اور مخلوق ہو، یہ ممکن بالذات ہوگا، ممتنع بالذات نہیں۔ ورنہ حضور کا دائرہ امکان میں آنا کسی طرح سمجھ میں نہ آسکے گا۔ ہاں یہ بات دلائل قطعیہ سے ثابت ہے کہ حضور کی نظیر ہرگز نہ ہوگی۔ ان دلائل قطعیہ کی وجہ سے حضور کی نظیر محال ہے اور حضور کے بعد کسی کو نبوت ملے یہ بھی ممکن نہیں مگر یہ بات کہ اب خدا کی قدرت میں ہی نہیں کہ ایسا کر سکے، اس کی قدرت کو کھلا چیلنج دینا ہے۔ نہ کرنے اور نہ کر سکنے میں بڑا فرق ہے افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے بڑی بے باکی سے خدا کی قدرت کو چیلنج کیا:۔

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نظیر محال بالذات ہے، تحتِ قدرت ہی نہیں، ہو ہی نہیں سکتا (ملفوظات حصہ سوم صفحہ ۵۹)" [1]

ڈاکٹر صاحب جب قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کو بھی طاق صاف کر چکے ہیں اور انہیں آڑ بنا کر امام احمد رضا پر اتہام بازی کا مشغلہ جاری رکھا ہے تو امام احمد رضا کی عبارات پر وہ کیونکر کوئی انصاف کر سکتے ہیں۔ اور جب منصوبہ ہی بدنام کرنے اور سازش ہی الزام تراشی کی ہو تو اچھی سے اچھی شے کو بھی حیلہ اور مکر کے فن سے بگاڑا جا سکتا ہے۔ یہ موضوع اچھی خاصی طوالت کا متقضی ہے مگر میں انشاء اللہ اختصاراً ہی چند عبارات پیش کروں گا۔ اہلِ انصاف فیصلہ خود کر لیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ علیٰ کل شئی قدیر ہے۔ جو اس پہ ایمان نہ رکھے اور جھٹلائے وہ شخص ہرگز مسلمان نہیں رہتا۔ دیکھنا فقط یہ ہے کہ "شے" کسے کہتے ہیں۔ علامہ ابو محمد عبدالحق حقانی فرماتے ہیں:۔۔

---

[1] مطالعہ بریلویت ج ۲ صفحہ ۲۶۴، ۲۶۵

شے کے لفظ میں علماء نے بہت کلام کیا ہے، بعض کہتے ہیں، لفظ کے لحاظ سے شے ممکن کو کہتے ہیں جس سے واجب اور ممتنع خارج ہیں۔ اس لیے اُس کو (اللہ تعالیٰ کو) اپنی ذات پر قادر مان کر یہ خیال کرنا کہ وہ اپنے آپ کو یا اپنی صفات کو نیست کرسکتا ہے غلط خیال ہے۔ کس لیے، کہ وہ اپنی اور اس کی صفات واجب ہیں، ممکن نہیں اور ممکن نہیں تو شئے کا اطلاق بھی ان پر جائز نہیں اسی طرح محالاتِ عقلیہ بھی کہ اپنے جیسا دوسرا پیدا کرسکتا ہے وغیرہ قدرت کے تحت میں نہیں، اس لیے کہ ان میں مقدور ہونے کی صلاحیت ہی نہیں۔ اُس کی قدرت میں کوئی قصور نہیں۔" [1]

امام الوہابیہ مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی اور علامہ فضل حق خیرآبادی کے درمیان یہی نزاع کھڑا ہوا تھا۔ علامہ خیرآبادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظیر ہو ہی نہیں سکتی۔ جب کہ مخالف کا موقف تھا کہ ہو سکتی ہے البتہ ہو کر وجود میں نہ آئے گی۔ یعنی وہابیہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظیر کے قائل ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی لکھا ہے کہ

"سو یہ بات کہ آپ جیسی کوئی اور مخلوق ہو، یہ ممکن بالذات ہوگا"

اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی دوسرے محمد کا وجود ممکن ہو سکتا ہے البتہ وہ ممکن وجود میں نہ آسکے گا جیسا کہ وہ لکھتے ہیں کہ "حضور کی نظیر ہرگز نہ ہو گی" مراد یہ کہ ہو تو سکتی ہے مگر ہو گی نہیں۔ اب ایک بار پھر سے علامہ حقانی کی عبارت پڑھ لیجئے۔ اس عبارت سے واضح ہے کہ جن میں مقدور ہونے کی صلاحیت ہی نہیں وہ تحتِ قدرت بھی نہیں۔ اور اس طرح

---

[1] تفسیر حقانی پارہ ۲۹ سورۃ الملک ؎

اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کوئی فرق بھی نہیں آتا۔ اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنے جیسا دوسرا پیدا نہیں کر سکتا تو کیا کوئی مسلمان یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت گھٹ گئی۔ اس لیے نہیں گھٹتی کہ اُس جیسا دوسرے کا پیدا ہونا مقدور ہی نہیں لہذا تحتِ قدرت بھی نہیں۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا دوسرا پیدا ہونا مقدور ہی نہیں یا بقول علامہ حقانی، مقدور ہونے کی صلاحیت ہی نہیں لہٰذا تحتِ قدرت بھی نہیں اور اس طرح اللہ کی قدرت ہرگز نہیں گھٹ جاتی۔ یہی بات امام احمد رضا کہہ رہے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر ممکن ہی نہیں یا نظیر میں مقدور کی صلاحیت ہی نہیں تو یہ تحتِ قدرت بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ بھی لاشریک اور محمد مصطفٰے علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بھی لاشریک نہ کوئی دوسرا خدا ہو سکتا ہے نہ کوئی دوسرا محمد ہو سکتا ہے (جل جلالہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

"علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالےٰ نے امتناع النظیر میں بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ممکن ہیں اور مخلوق ہیں، لیکن عظمت و جلالت کے جس بلند ترین مقام پر اللہ تعالیٰ کی عطا سے فائز ہیں اس مقام پر ایک ہی شخص فائز ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تو ابتداءً اس مقام پر کسی دوسرے نبی کو فائز کر دیتا لیکن جب اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس مقام پر فائز کر دیا تو دوسرا شخص اس مقام پر فائز ہو ہی نہیں سکتا" ۱؎

۱؎ مکتوب محررہ ۱۴ ستمبر ۱۹۹۳ء

دیکھئے علامہ حقانی فرماتے ہیں :۔

"وہ ممکن نہیں تو شئے کا اطلاق بھی ان پر جائز نہیں ۔"

اور جب شئے کے دائرہ سے نکل گئی تو ممکن نہ رہی، مطلق شئے ہی نہ رہی، جب شئے نہ رہی تو تحتِ قدرت بھی نہ رہی اور اسے اللہ تعالیٰ کے علی کل شئی قدیر ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ تو علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے جب فرمادیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ممکن ہیں اور مخلوق ہیں مگر اب کوئی ان جیسا دوسرا ممکن نہیں۔ ان کی نظیر ممکن نہیں "دوسرا شخص اس مقام پر فائز ہو ہی نہیں سکتا"۔ جب نظیر ممکن نہیں تو شئے کے زمرے سے خارج ہو گئی اور وہ نظیر جب شئے ہی نہ رہی تو تحت قدرت بھی نہ رہی اور اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کچھ فرق نہ پڑا۔

حضرت علامہ اشرف قادری مدظلہ مزید فرماتے ہیں :۔

"علامہ بوصیری فرماتے ہیں :۔

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيكٍ فِي مَحَاسِنِهِ
فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيهِ غَيْرُ مُنْقَسِمِ

جوہر حسن غیر منقسم ہے تو دو آدمی اس میں کیسے شریک ہو سکتے ہیں؟ اشکال تب ہوتا کہ اللہ تعالیٰ ایک نظیر کو پیدا کر دیتا اور دوسری نظیر کے بارے میں کہا جاتا کہ وہ ممتنع ہے۔

مخالفین کا یہ مغالطہ ہے کہ جب ایک شئے ممکن ہے تو اس کی نظیر بھی ممکن ہونی چاہیے۔

مخالفین کا یہ قاعدہ یوں بھی ٹوٹ جاتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ممکن بالذات ہی نہیں موجود بالفعل بھی ہیں اُن کے قاعدے کے مطابق نظیر کو بھی موجود بالفعل ہونا چاہیے حالانکہ وہ بھی مانتے ہیں

کہ نظیر ممتنع بالغیر ہے، ایسا کیوں ہے؟ اصل میں یہ تصور ہی غلط ہے کہ جب ایک شئے ممکن ہے تو اس کی نظیر بھی ممکن ہوگی، ممکن جب ناقابلِ تقسیم مقام پر فائز ہو تو اس جگہ دوسرا فائز ہو ہی نہیں سکتا۔ آپ غور کریں کہ خاتم النبیین ہونے میں دو آدمی شریک ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موجود اور اس وصف کے ساتھ موصوف ہوتے ہوئے کون آپ کی نظیر ہو سکتا ہے؟ جب نظیر ہو ہی نہیں سکتی تو تحت القدرت کیسے ہوگی؟" [1]

خود امام احمد رضا بریلوی امام بوصیری علیہ الرحمۃ کا شعر مذکورہ بالا مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْكٍ ...... الخ لکھ کر فرماتے ہیں:-

"حضور اپنے تمام فضائل و محاسن میں شریک سے پاک ہیں، جو ہر حسن آپ میں غیر منقسم ہے، اہلِ سنت کی اصطلاح میں جوہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کی تقسیم محال ہے۔" [2]

اگر نظیر "ممکن" ہوتی تو "شئے" کے زمرے میں آتی۔ جب نظیر ہے نہیں، ہو ہی نہیں سکتی اور نہ اس نظیر میں مقدور ہونے کی صلاحیت ہے تو ممکن نہ رہی، ممکن نہ رہی تو شئے نہ رہی، جب شئے نہ رہی تو تحتِ قدرت بھی نہ رہی۔ اور تحتِ قدرت نہ رہی تو امام احمد رضا بریلوی کا یہ فرمانا کہ تحتِ قدرت ہی نہیں، قدرتِ خداوندی کو ہرگز چیلنج نہ ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کا امام احمد رضا پر اُن کے حسبِ عادت و ذوق محض شرمناک اتہام ہے۔ یہ گستاخیاں و بے باکیاں مولوی اسمٰعیل دہلوی اور اُن کے متبعین ہی کا حصہ ہیں جو بے ساختہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک آن میں کروڑوں محمد پیدا کر سکتا ہے یعنی کروڑوں

---

[1] مکتوب محررہ ۱۴ ستمبر ۱۹۹۳ء [2] ملفوظات حصہ سوم صفحہ ۴۲

خاتم النبیینؐ ممکن ہیں (استغفر اللہ ثم استغفر اللہ)

کسی دوسرے کو خاتم النبیینؐ بالفعل مان لیا جائے جیسے قادیانی مان رہے ہیں یا محض دوسرے خاتم النبیینؐ کا امکان تسلیم کر لیا جائے، اور یہ امکان چاہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت مانا جائے یا کسی اور ذریعے سے، امکان تو مان لیا، جب امکان مان لیا گیا تو یہ عقیدہ ہو گیا کہ دوسرا خاتم النبیینؐ ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اشرِ دیوبندیت سے پناہ دے۔ آمین۔

نظیر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قدرتِ الٰہیہ سے کچھ تعلق نہیں

شاید قارئین کچھ تشنگی محسوس کر رہے ہوں۔ اور اس موضوع پر رعایتِ لفظی کسی ذہنی خلجان کا باعث بن رہی ہو، گو اہلِ حق کے لیے اتنا ہی کافی وشافی ہے۔ اس موضوع پر چند ایک مزید معروضات پیشِ خدمت ہیں۔ مطالعہ فرمائیے اور قلب ونگاہ کو لذتِ ایمانی سے آشنا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ فرماتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بیشک اللہ تعالیٰ کُل شے پر قادر ہے۔

یہ وہ آیتِ کریمہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی بے پناہ قدرت کا اثبات ہوتا ہے۔ یہ آیتِ کریمہ قرآن مجید فرقانِ حمید کا ایک چیلنج بھی ہے۔ وہ چیلنج کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا وَّ یَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا۔

قرآن مجید کا اعجاز یہ ہے کہ بہت سے لوگ قرآنِ مجید میں اپنی

ذاتی رائے دہی سے نہ صرف خود گمراہ ہوئے بلکہ گمراہ گر بھی ہوئے۔
اس لیے کہ قرآنِ مجید کے اندر تفسیر بالرائے کا مطلب خدا سے
بے خوف و نڈر ہونے کا نام ہے اور جو خدا کے خوف اور ڈر سے
بے نیاز ہو گیا۔ وہ متقی نہ رہا بلکہ ظالم ٹھہرا اور ہدایت متقین کے
لیے ہے یعنی ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ جبکہ ظالموں کے لیے خسارا ہے
وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا۔ قرآن کریم متقین کے لیے ہدایت اور
ظالموں کے لیے خسارہ ہے۔
لہٰذا جس نے قرآنِ کریم کی کسی بھی آیت کریمہ پہ تفسیر بالرائے
کی جرأت کی وہ گمراہ بھی ہے اور گمراہ گر بھی۔ تو مذکورہ آیت
کریمہ ان اللہ علیٰ کل شئی قدیر بھی اسی معجزانہ کلام سے ہے تو لازم
ہے کہ اس آیت مبارکہ سے استدلال کرنے والے بہت سے آئمہ
کرام ہدایت یافتہ ہوں اور بہت سے نام نہاد علامے گمراہ و گمراہ
گر۔ بانیٔ دار العلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی حدیث کے
حوالے سے لکھتے ہیں:۔
"مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ بِرَأْیِهٖ فَقَدْ کَفَرَ۔"
(جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی پس کافر ہو گیا)[1]
آئیے اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم
سے ہدایت یافتہ آئمہ کرام نے اس آیت ان اللہ علیٰ کل شئی
قدیر سے کیا مراد لیا اور گروہِ مضلین نے کیا مراد لیا۔ آیت کریمہ
میں تین لفظ قابلِ توجہ ہیں:۔

(۱) کل (۲) شئی (۳) قدیر

[1] تحذیر الناس صفحہ ۷ م دار الاشاعت کراچی؛

کُل :۔ لفظ "کل" اہلِ علم کے نزدیک بعض اوقات جز پر بھی مستعمل ہوا ہے جیسے ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا (پ ۳ البقرہ ۲۶۰)

ترجمہ :۔ پھر ڈال ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا یعنی جب سیّدنا حضرت ابراہیم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اپنے ربّ سے عرض کی کہ تو مردے کیسے زندہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ چار پرندے لے کر ان کے ٹکڑے کر کے تمام پہاڑوں پر رکھ دے۔ تو کیا یہاں "کُلِّ جَبَل" سے مراد روئے زمین کے تمام پہاڑ ہیں؟ حالانکہ ایسا نہیں۔ دراصل "کل" کا معنیٰ "مجموعۂ جز" ہے اور اسی مجموعۂ جز کو تمام اور کُل کہتے ہیں۔

امام راغب اصفہانی "مفرداتِ راغب" صفحہ ۳۰۷ طبع کراچی (عربی)، امام فخرالدین رازی "تفسیر کبیر" ج ۱ صفحہ ۳۵، علامہ جلال الدین سیوطی "الاتقان" ج ۲ صفحہ ۹۶ اور امام نسفی "عقائد النسفی" صفحہ ۱۰ میں فرماتے ہیں کہ لفظ کل کسی شے کے اجزاء کو یکجا کرنے پر بولا جاتا ہے اور لفظ کل کا اطلاق جز پر جائز ہے اور اسم میں لفظ جز کا اطلاق کُل پر جائز ہے۔

حاصلِ کلام یہ کہ لغوی طور پر لفظ کل مشروط ہے اور اجزاء کا مجموعہ ہے اور جب کوئی کلمہ لفظ "کُل" قدرت اور شے کے ساتھ مقید ہو کر ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف منسوب ہوگا تو اس کا مطلب ہوگا کہ تمام ممکنات کے مجموعہ کو کُل کہتے ہیں اور محالات اس کلمہ "کل" سے علیحدہ ہوں گے۔

قدرت :۔ قدرتِ خداوندی بھی ممکنات کو محیط ہے نہ کہ محالات کو۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے جس چیز کو اس کے مخصوص انداز میں

پیدا فرما دیا تو اب اس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ محال غیر مقدور ہے، واجب اور محال ہرگز زیرِ قدرت نہیں۔ اہلِ علم تو جانتے ہی ہیں کہ محالات و واجبات غیر مقدور ہوتے ہیں مگر عوام کو شبہ ہو سکتا ہے کہ خداوندِ قدوس کی ذاتِ بابرکات کے آگے کیا محال ہے کہ جس پر قدرت نہیں۔ جواباً اتمامِ حجت کے طور پر محال کی تشریح بانیٔ دارالعلوم دیوبند مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کے حوالے سے کی جاتی ہے، لکھتے ہیں :۔

"محال ہونے کی بجز اس کے اور کوئی صورت نہیں کہ وہ دو چیزیں کہ جو دو چیزیں آپس میں ایسی مخالفت رکھتی ہوں کہ وہ دونوں ایک وقت میں ایک شے میں مجتمع ہو سکیں اور نہ دونوں سے وہ شے ایک وقت میں خالی ہو سکے۔ جیسے ہونا، نہ ہونا کہ یہ دونوں ایک وقت میں ایک شے میں اکٹھے ہو سکیں اور نہ یہ ہو سکے کہ کوئی شے ان دونوں سے ایک وقت میں خالی ہو۔ ایسی دو چیزوں کا یا تو ایک جگہ ایک وقت میں مجتمع ہونا محال ہے، یا ایک شے کا ایک وقت میں ان دونوں سے خالی ہونا محال ہے، سوا اس کے اور کوئی صورت محال کی نہیں اور شاید اس میں کوئی نیم مُلّا تامل کرسکے۔ سو ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے، تجربہ کرے، خدا نے چاہا تو ہر محال کا انجام انہیں دونوں پر آٹھہرے گا۔" [1]

منقولہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ محال دراصل دو ضدین کو کہتے ہیں اور بقول نانوتوی صاحب اس کا انکاری نیم مُلّا۔ اور نیم مُلّا خطرہ ایمان۔ واجب اور محال ہرگز زیرِ قدرت نہیں۔ اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو "مفردات راغب الاصفہانی"، صفحہ ۳۔

[1] تقریرِ دلپذیر صفحہ ۳۸، ۳۹ طبع ملتان ۔

طبع کراتشی، المسائرۃ ج ۲ صفحہ ۲۲۹ طبع کراتشی عربی از امام کمال الدین بن الہمام، المسامرۃ شرح المسایرۃ ج ۲ صفحہ ۲۲۹، مفاتیح الغیب بمعروف تفسیر کبیر ج ۳ صفحہ ۳۲۷، موقف شرح مقاصد، کنز الفوائد (بحوالہ سبحان السبوح صفحہ ۷) لباب التاویل فی معانی التنزیل بمعروف خازن معہ تفسیر معالم التنزیل ج ۴ صفحہ ۲۲۶ مطبوعہ مصر، تفسیر الکشاف ج ۳ صفحہ ۷ مطبوعہ بیروت، تفسیر الصاوی علی جلالین ج ۳ صفحہ ۳۷ مطبوعہ مصر وغیرہ میں ملاحظہ فرمائی جا سکتی ہے۔

خود ساختہ علامہ خالد محمود صاحب نے بھی لکھا ہے:۔

"ہاں یہ بات دلائل قطعیہ سے ثابت ہے کہ حضور کی نظیر ہرگز نہ ہوگی۔ ان دلائل قطعیہ کی وجہ سے حضور کی نظیر محال ہے اور حضور کے بعد کسی کو نبوت ملے یہ بھی ممکن نہیں ہے"[۱]

"یہ بھی ممکن نہیں" یعنی اس کا امکان ہی نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملے تو خود ساختہ علامہ جی! جب آپ نظیر مان رہے ہیں تو کیا ایک دوسرا خاتم النبیین نہیں مان رہے؟ کیا آپ نے اس امکان کو تسلیم نہیں کر لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبی ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں ہو سکتا تو آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر (برابر کا) کیوں مانتے ہیں۔ جب آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر کے امکان کو تحتِ قدرت کے حوالے سے تسلیم کر لیا تو آپ یہ کیوں لکھتے ہیں کہ "حضور کے بعد کسی کو نبوت ملے یہ بھی ممکن نہیں"۔؟

جب ایک چیز محال ہے تو وہ "تحتِ قدرت" کے ذریعہ ممکن

---

[۱] مطالعہ بریلویت جلد ۲ صفحہ ۲۶۴

کیسے ہو جائے گی۔ دوسرا خدا محال ہے تو کیا یہ بھی "تحتِ قدرت" کے ذریعے ممکن ہو جائے گا۔ کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اطلاق محال پر بھی ہے؟

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظیر محال ہے تو ائمہ کرام کی تصریحات کے مطابق محال غیر مقدور ہے اور محال ہرگز زیرِ قدرت نہیں یا بقول امام احمد رضا بریلوی تحتِ قدرت نہیں۔ جب تحتِ قدرت نہیں تو "قدرتِ خداوندی کو چیلنج" دینے کا شرمناک الزام کیسا؟ دوسرے یہ کہ جب محال زیرِ قدرت ہے ہی نہیں تو پھر ڈاکٹر صاحب نے "حضور کی نظیر محال ہے" لکھ کر اس کے متضاد یہ کیوں لکھا:۔

"مگر یہ بات کہ اب خدا کی قدرت میں ہی نہیں کہ ایسا کر سکے، اس کی قدرت کو کھلا چیلنج دینا ہے"۔[1]

ارے بندۂ نجد! جب خود مان لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظیر محال ہے تو محال کی طرف پہنچانے والا کوئی امر کس طرح ممکن ہو جائے گا وہ بھی تو محال ہی ہوگا۔

امام رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

"محال کی طرف پہنچانے والا امر (یعنی امکان وغیرہ) بھی محال ہے"۔[2]

مثلاً پھر غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے۔ دوسرا خدا ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ محال ہے کہ دوسرا خدا ہو، تو امام رازی علیہ الرحمۃ کی تصریح کے مطابق اب ہر وہ امکان جو کسی دوسرے

---

[1] مطالعۂ بریلویت جلد ۲ صفحہ ۲۶۵ [2] تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۱۳۹

خدا تک پہنچائے، وہ بھی محال ہے۔ جب خدا تعالیٰ کی نظیر ہی محال ہے تو اس نظیر تک پہنچانے والا کوئی امر کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔ اسی طرح جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر محال ہے تو اب اُس نظیر تک پہنچانے والا ہر امکان بھی محال ہے اور محال تحتِ قدرت نہیں۔ لہٰذا یہ قدرتِ خداوندی کو ہرگز چیلنج نہیں بلکہ ڈاکٹر صاحب کا کھلا افترا ہے۔

ڈاکٹر صاحب! خوب ذہن نشین کر لیجئے کہ جب آپ نے یہ کہا کہ ــــــ مگر یہ بات کہ اب خدا کی قدرت میں ہی نہیں کہ ایسا کر سکے ــــــ آپ نے قدرتِ خداوندی کی راہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر کو تسلیم کر لیا۔ "خدا ایسا کر سکتا ہے" اور "نظیر ہو سکتی ہے"، دونوں میں کوئی معنوی فرق نہیں۔ دونوں میں مکمل یکسانیت ہے اور دونوں کا مفہوم و مطلب ایک ہے۔

اگر نظیرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اثبات کیا جائے (گو کسی بھی بہانے سے) تو وہ نظیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ہوگا یا بعد میں؟

اگر پہلے ہو تو محال ہے کہ نظیر کا اطلاق ہی نہیں ہوتا، اگر بعد میں ہو تو ماننا پڑے گا کہ (معاذ اللہ) آپ اس قابل نہ تھے کہ دوسرے کی ضرورت کو مقدور رکھا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوّل المخلوق ہیں تو گویا نظیر بھی اوّل المخلوق ہوگا، اگر نہ ہوا تو نظیر کیسی؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں، آپ کی نظیر بھی خاتم الانبیاء ہوگا تو خاتم کی تک کہاں جائے گی؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین آخری دین ہے اور لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ط کے مصداق تمام ادیان پر غالب،

تو دوسرا مفروض یا مقدور کیسا دین لائے گا۔ اگر اسی دین کا پیرو ہو تو نظیر نہیں، اگر نیا دین لایا تو یہ دین آخری دین نہ رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین ناسخ ادیانِ سابقہ ہے تو دوسرا مفروض اس دین کو (معاذ اللہ) ناسخ کرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے بڑھ کر شفاعت فرمانے والے، سب سے پہلے جنت میں جانے والے اور لواءُ الحمد آپ کے دستِ اقدس میں ہوگا، تمام اُمّت کو سنبھالے ہوئے ہوں گے تو دوسرا مفروض یا مقدور کیا کرے گا؟ یہ چند ایک مختصر اعتقادی مفسدات ہیں ورنہ ان کی فہرست طویل ہے۔ ان دلائل سے بھی ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر محال ہے اور محال مقدور نہیں ہوتا اور اس کی طرف پہنچانے والا ہر امر (قدرتِ خداوندی کا امکان وغیرہ) بھی محال ہوتا ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

عین ممکن ہے کوئی نیم ملّا کہہ ڈالے کہ ہم نظیرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بالفعل موجود نہیں مانتے اور نہ عقیدہ ہے کہ آئندہ یہ نظیر کبھی بالفعل موجود ہو، جو آپ ایسے دلائل دینے بیٹھ گئے ہیں بلکہ ہم تو خود کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر محال ہے البتہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر قدرت رکھتا ہے، وہ قادر ہے، عاجز نہیں وہ نظیر پیدا کرتا نہیں لیکن کر سکتا ہے کیونکہ علیٰ کل شئی قدیر ہے۔ (خالد محمود صاحب نے یہی لکھا ہے)

الجواب:۔ دیکھ لیا! نظیر کو محال بھی مانا اور علیٰ کل شئی قدیر کے بہانے سے ممکن بھی مان لیا۔ محال تو ممکن کی ضد ہے۔ دونوں کا مجتمع ہونا کسی طرح ممکن نہیں۔ کیا کوئی ایسا محال ہے جو کسی طریقہ سے کسی وقت ممکن ہو جائے۔

دوسرے یہ بات ذہن میں رکھئے کہ ذاتِ باری تعالیٰ اور ذاتِ نبوی

علیہ التحیۃ والثناء سے متعلق امکانی پیوندکاری قابل گرفت ہے۔ مثلاً یہ بات اللہ تعالیٰ کی قدرت سے خارج نہیں کہ اب وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظیر نہ بنا سکے۔ تو گویا قدرتِ خداوندی کی راہ سے آپ امکانِ نظیر کے قائل ہو گئے۔ جب آپ نظیر کے قائل ہو گئے تو بدیہی بات ہے کہ نظیر میں وہ تمام صفات بھی موجود ہوں گی جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں موجود ہیں۔ پھر تو آپ نے نظیر کو بھی خاتم النبیین تسلیم کر لیا۔ گو بالفعل کسی کو آپ نے نامزد نہیں کیا کہ فلاں نظیر ہے مگر یہ کہہ کر کہ "اللہ تعالیٰ کر سکتا ہے" تسلیم تو کر لیا کہ خاتم النبیین دوسرا ہو سکتا ہے، دل میں اس کا امکان تو مان لیا۔ جب "ہو سکتا ہے" کہہ کر آپ نے امکان مان لیا تو آپ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے ڈھکے چھپے نہیں صریح منکر ٹھہرے۔ وہ خاتم النبیینؐ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسی طرح کوئی شریک نہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کی الوہیت و ربوبیت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ قدرتِ الٰہیہ کے بہانے دوسرے خاتم النبیینؐ کے امکان کا عقیدہ ختمِ نبوت کا صریح انکار ہے، اور خصائصِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی مکمل نفی کا بھرپور اظہار ہے۔ نعوذ باللہ من شرورِ انفسنا۔

مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی صاحب جو کہتے ہیں کہ خدا ایک آن میں کروڑوں محمد پیدا کر ڈالے (گویا کروڑوں خاتم النبیینؐ پیدا کر ڈالے) ایسے عقیدہ سے توبہ کرنی چاہیے۔ قیامت میں قرآن کا بتایا ہوا عقیدہ کام آئے گا، "تقویۃ الایمان" کا بتایا ہوا نہیں۔ قارئین کو بتاتا چلوں کہ "امکان" کا معنیٰ ہے عدم اور وجود کا مساوی ہونا یعنی کسی چیز کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہو تو امکانِ نظیرِ مصطفیٰ کے دیوبندی عقیدے کا مطلب یہ ہوا کہ نظیر موجود ہو تب بھی ایمان سلامت اور نہ ہو تب بھی۔ یا کوئی دوسرا

خاتم النبیین ہو تو پھر بھی ایمان سلامت اور نہ ہو پھر بھی ایمان سلامت، دوسرا خاتم النبیین ہونا، نہ ہونا ان کے لیے برابر ہے۔

کھلا تضاد:۔ ڈاکٹر صاحب ایک ہی عبارت میں ایک جگہ نظیر کو ممکن مانتے ہیں، پھر دوسری جگہ محال۔ پہلے کہتے ہیں:۔

"سو یہ بات کہ آپ جیسی کوئی اور مخلوق ہو یہ ممکن بالذات ہوگا"

یہاں نظیرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ممکن مان لیا۔ لیکن ایک ہی سطر بعد اس کے برعکس کہتے ہیں:۔

"ان دلائل قطعیہ کی وجہ سے حضور کی نظیر محال ہے۔"

یہاں نظیر کو محال کہہ دیا۔ اب تو علامہ صاحب کا علم ہی یہ گرہ کھول سکتا ہے کہ جو چیز ممکن تھی وہ محال کیسے ہوگئی؟ اور جو چیز محال ہو وہ پھر ممکن کیسے ہو جائے گی؟ ممکن ہے کہ علامہ صاحب کہہ دیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں داخل ہے۔ لیکن یہ بھی تو دیکھنا پڑے گا کہ محال قدرت کے دائرے میں آتا بھی ہے یا نہیں۔ تو اس کے لیے آپ کو واپس اپنے گھر لیے چلتے ہیں۔

معتبر و مستند دیوبندی عالم مولوی سرفراز گکھڑوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"یہ ٹھیک ہے کہ قدرت کا تعلق ممکن سے ہے نہ کہ واجب اور محال سے۔"[1]

اب تو علامہ جی کا یہ حیلہ اور سوال بھی دم توڑ گیا کہ "کیا اللہ تعالیٰ اس پر قادر نہیں؟" یا "کیا اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کر سکتا؟"۔ جب "کر سکنے" اور "قدرت" کا تعلق ممکن سے ہے محال سے نہیں اور علامہ جی خود کہتے ہیں کہ "حضور کی نظیر محال ہے" تو اب انہوں نے جو لکھا ہے کہ "آپ جیسی

---

[1] تنقید متین صفحہ ۱۳۷

کوئی اور مخلوق ہو یہ ممکن بالذات ہو گا۔" یہ قطعی طور پر غلط اور اپنے ہی عقیدے کا کھلا تضاد ثابت ہو گیا۔ ممکن بالذات کا مطلب ہی یہ ہے کہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی دوسری مخلوق ہو سکتی ہے۔ جب ہو سکتی ہے تو محال کیسے ہو گئی؟ دیوبندیوں کے عقیدے کا یہ تضاد یہیں تک محدود نہیں بلکہ ایں خانہ ہمہ آفتاب است۔ ان کے تمام عقائد ایسے ہی تضادات کا مجموعہ ہیں۔

اب امام احمد رضا کی صداقت ان دو علاموں سے ثابت ہو گئی کہ خالد محمود صاحب کہتے ہیں "حضور کی نظیر محال ہے" اور جناب سرفراز گکھڑوی صاحب فرماتے ہیں۔ "قدرت کا تعلق ممکن سے ہے نہ کہ واجب اور محال سے" نتیجہ یہ نکلا کہ جو چیز محال ہو وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت نہیں۔ اور امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے بھی یہی فرمایا کہ "تحت قدرت ہی نہیں" لہذا اُن پر الزام تراشی کرنا اپنے نامۂ اعمال میں سیئات کا اضافہ کرنا ہے۔

دراصل بات یہ ہے کہ مولوی محمد قاسم نانوتوی اور مولوی اسماعیل دہلوی کے ماننے والے عجیب مشکل میں مبتلا ہیں۔ نانوتوی صاحب تحذیر الناس میں کروڑوں خاتم فرض کر کے فضیلتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مانتے ہیں ورنہ نہیں۔ اور مولوی اسماعیل صاحب کروڑوں نظیریں مان کر قدرتِ خداوندی کے قائل ہیں۔ لہذا ان لوگوں نے یہ دروازہ ضرور کھلا رکھنا ہے تاکہ مذہب نانوتوی و دہلوی پر کسی قسم کی کوئی ضرب نہ پڑنے پائے۔ ایک اور دلیل محال یعنی تحتِ قدرت نہ ہونے کے بارے میں ملاحظہ فرمائیے:۔

مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی آیت لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا (ج ۱۷ پ، سورۂ انبیاء آیت ۲۲) [1] کے تحت لکھتے ہیں:۔

[1] ترجمہ: اگر ہوتے ان دونوں میں اور معبود سوائے اللہ کے تو دونوں خراب ہو جاتے۔

"ضروری ہے کہ خدا کی ذات ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک ہو، نہ وہ کسی حیثیت سے ناقص ہو نہ بیکار، نہ عاجز ہو نہ مغلوب، نہ کسی دوسرے سے دبے نہ کوئی اُس کے کام میں روک ٹوک کر سکے۔ اب اگر فرض کیجیے آسمان و زمین میں دو خدا ہوں تو دونوں اسی شان کے ہوں گے۔ اُس وقت دیکھنا یہ ہے کہ عالم کی تخلیق اور علویات و سفلیات (کمال و زوال) کی تدبیر دونوں کے کلی اتفاق سے ہوتی ہے یا گاہ بگاہ باہم اختلاف بھی ہو جاتا ہے۔ اتفاق کی صورت میں دو احتمال ہیں۔ یا تو اکیلے ایک سے کام نہیں چل سکتا تھا اس لیے دونوں نے مل کر انتظام کیا۔ تو معلوم ہوا کہ دونوں میں سے ایک بھی کامل قدرت والا نہیں اور اگر تنہا ایک ہمارے عالم کا کامل طور پر سر انجام کر سکتا تھا تو دوسرا بیکار ٹھہرا۔ حالانکہ خدا کا وجود اسی لیے ماننا پڑا ہے کہ اُس کے ماننے بدون (ماننے بغیر) چارہ ہی نہیں ہو سکتا اور اگر اختلاف کی صورت فرض کریں تو لامحالہ مقابلہ میں یا ایک مغلوب ہو کر اپنے ارادہ اور تجویز کو چھوڑ بیٹھے گا، وہ خدا نہ رہا اور یا دونوں بالکل مساوی و متوازی طاقت سے ایک دوسرے کے خلاف اپنے ارادہ اور تجویز کو عمل میں لانا چاہیں گے۔ اوّل تو (معاذ اللہ) خداؤں کی اس رسہ کشی میں مرے سے کوئی چیز موجود ہی نہ ہو سکے گی اور موجود چیز پر زور آزمائی ہونے لگی تو اس کش مکش میں ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہو جائے گی۔ یہاں سے یہ نتیجہ نکلا کہ اگر آسمان و زمین میں دو خدا ہوتے تو آسمان و زمین کا یہ نظام کبھی کا درہم برہم ہو جاتا ورنہ ایک خدا کا بیکار یا ناقص و عاجز ہونا لازم آتا ہے جو خلافِ مفروض ہے (یعنی خلافِ واجب ہے) یا دوسرا خدا فرض کرنا بھی صحیح نہیں۔" [1]

[1] تفسیر عثمانی سورۂ انبیاء آیت ۲۲

اس عبارت سے چند امور ثابت ہوئے۔

(۱) دوسرا خدا ہونا محال بالذات ہے۔

(۲) دوسرے خدا کا تصور باعثِ فساد ہے۔

(۳) دوسرا خدا مان لینے سے جمع الضدین (دو ضدوں کا ایک ساتھ ہونا) لازم ہوں گی۔

(۴) محال عقلی ہے۔

(۵) حتیٰ کہ دوسرا خدا فرض کرنا بھی باعثِ جرم ہے۔

جس طرح دوسرا خدا فرض بھی نہیں کیا جا سکتا کہ اس سے کئی اعتقادی مفاسد لازم آتے ہیں اسی طرح نظیرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مفروض تک ماننا بھی باعثِ فسادِ اعتقادی ہے۔

یہاں میں ایک اور بات کرنا چاہوں گا کہ علمائے دیوبند کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسی دوسری مخلوق پیدا کرنے پر قادر ہے۔ اگر وہ بعد میں پیدا کر سکتا ہے تو علمائے دیوبند کا یہ عقیدہ بھی ہوا کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری دورِ حیات میں بھی آپ جیسی دوسری مخلوق پیدا کرنے پر قادر ہے۔ ظاہر ہے بقول علمائے دیوبند جو خدا بعد میں پیدا کر سکتا ہے وہ پہلے پیدا کرنے سے کس طرح عاجز ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری زمانہ میں بھی دوسرا محمد ہو سکتا تھا اور یہ قدرتِ خداوندی سے خارج نہیں۔ لہذا اب ایک ہی زمانہ میں دو خاتم النبیین کا ہونا قدرتِ خداوندی کے حوالے سے دیوبندی عقیدہ ٹھہرا۔ لیجئے مولوی شبیر احمد عثمانی صاحب کی عبارت کی طرز پہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ کی نظیر پہ گفتگو کریں تو عبارت کچھ یوں ہو گی:-

ضروری ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک بنائی گئی ہو، نہ وہ کسی حیثیت سے ناقص ہو نہ بیکار، نہ کسی مخلوق سے عاجز اور نہ مخلوق سے مغلوب، نہ کوئی اور اوّل الخلق ہو اور نہ کوئی خاتم النبیّین ——— اب اگر فرض کیجئے کہ آسمان و زمین میں دو خاتم النبیّین ہوں تو دونوں اسی شان کے ہوں گے۔ دونوں کا مرتبہ ایک جیسا ہوگا اور دونوں ایک ہی صفات کے حامل ہوں گے۔ اُس وقت دیکھنا یہ ہے کہ عالم کی ہدایت و تبلیغ کا کام دونوں کے اتفاق سے چلتا ہے یا گاہ بگاہ اختلاف بھی ہو جاتا ہے۔ اتفاق کی صورت میں دو احتمال ہیں۔ یا تو اکیلے ایک خاتم النبیّین سے کام نہیں چل سکتا تھا اس لیے دونوں نے مل کر انتظام کیا۔ تو معلوم ہوا کہ دونوں میں سے ایک بھی کامل ختمِ نبوّت کی عظمتوں کا مالک نہیں (معاذ اللہ) یعنی دونوں کی حیثیت ناقص ہو گئی (معاذ اللہ) اور اگر تنہا ایک سارے عالم کا ایک ہی خاتم النبیّین یہ کام پورا انجام دے سکتا تھا تو دوسرا بیکار ٹھہرا۔ حالانکہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیّین اسی لیے مانا جا رہا ہے کہ اُس کے ماننے بغیر چارہ ہی نہیں ہو سکتا اور اگر اختلاف کی صورت فرض کریں تو لامحالہ مقابلہ میں یا ایک مغلوب ہو کر اپنے ارادہ اور تجویز کو چھوڑ بیٹھے گا وہ خاتم النبیّین نہ رہا اور یہ دونوں بالکل مساوی و متوازی طاقت سے ایک دوسرے کے خلاف اپنے ارادہ اور تجویز کو عمل میں لانا چاہیں گے۔ اوّل تو (معاذ اللہ) ان دونوں کے اس اختلاف سے ہدایت و تبلیغ کا کام سرے سے ہی ٹھپ ہو جائے گا اور اگر کچھ ہوگا بھی تو وہ بھی نامکمل اور ادھورا رہ جائے گا۔ یہاں سے یہ نتیجہ نکلا کہ اگر آسمان و زمین میں دو خاتم النبیّین ہوتے تو ہدایت و تبلیغ کا

نظام درہم برہم ہو جاتا ورنہ ایک خاتم النبیین کا بیکار یا ناقص ہونا لازم آتا ہے جو خلافِ مفروض ہے۔

یہاں بھی بعینہٖ وہی امور ثابت ہوئے کہ :۔

(١) دوسرا خاتم النبیین ہونا محال بالذات ہے (جبکہ ڈاکٹر صاحب تحتِ قدرت کی راہ سے ممکن مانتے ہیں)

(٢) دوسرے خاتم النبیین کا تصور باعثِ فساد ہے۔

(٣) دوسرا خاتم النبیین مان لینے سے جمع الضدین لازم ہوں گی۔

(٤) محال عقلی ہے۔

(٥) حتیٰ کہ دوسرا خاتم النبیین فرض کرنا بھی باعثِ جرم ہے۔

دراصل جب ہم کہتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کر سکتا ہے" یا "پیدا کرنے پر قادر ہے" تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ شے جس کے بارے میں گفتگو ہو رہی ہے وہ ممکن ہے محال نہیں۔ اگر نظیر کے بارے میں کوئی یہ کہے گا کہ "اللہ تعالیٰ کر سکتا ہے" تو معنی یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تمام صفاتِ مقدسہ اور دیگر کمالات و محاسن اور خصائص و فضائل کسی دوسرے شخص میں ممکن ہیں۔ اس صورت میں عقیدۂ ختمِ نبوت کا انکار اور عقیدۂ کذبِ الٰہی لازم آیا کہ ایک تو کسی دوسرے انسان کو خاتم النبیین ہونے کے امکان کو ماننا اور دوسرے آیۂ کریمہ و خاتم النبیین کو صحیح نہ جاننا۔ اور اگر کوئی "علامہ" یہ کہہ ڈالے کہ ہم دیوبندی نظیرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو محال جانتے ہیں تو پھر آپ قدرتِ خداوندی کو چیلنج کرنے والے ہوئے۔ اس لیے کہ دوسرے لفظوں میں خدا ایسا نہیں کر سکتا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ آپ محال کو تحتِ قدرت ثابت کریں کہ محال قدرتِ خداوندی سے خارج نہیں، اور اگر بے بس ہیں اور واقعی بے بس ہیں تو پھر یہ اسلامی عقیدہ تسلیم کر

لیں کہ نظیر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق قدرتِ الٰہیہ سے ہرگز نہیں۔ البتہ یہ بار بار کہنا کوئی اچھی بات نہیں کہ "خدا ایسا نہیں کر سکتا" یہ ذوقِ سلیم پہ گراں گزرتا ہے۔ یوں کہنا مناسب ہے کہ نظیر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہرگز ممکن نہیں اور قدرتِ خداوندی سے اس کا کچھ تعلق نہیں۔ بالفاظِ دیگر نظیر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محال ہے اور محال تحتِ قدرت نہیں۔ کیونکہ دیوبندی مذہب کے علامہ خالد محمود صاحب محال کو بھی تحتِ قدرت ہی سمجھتے ہیں اس لیے وہ کسی دوسرے خدا کے ہونے کے بھی قائل ہوئے کہ وہ بھی محال سے ہے اور اگر نہیں تو پھر قدرتِ خداوندی کو چیلنج کرنے والے ہوئے۔ اس چیلنج کے بارے میں آپ فرماتے ہیں :-

"قدرتِ خداوندی کو چیلنج کرنا اگر کفر نہیں تو کون سا ایمان ہے"[1]

بتائیے ڈاکٹر صاحب! کون سی راہ اختیار کریں گے۔ نظیر کو محال مانا تو قدرتِ خداوندی کو چیلنج کرنے والے ہوئے، یہ بھی کفر۔ اور نظیر کو محال نہ مانا بلکہ ممکن مانا تو آپ ختمِ نبوت کے منکر اور کذبِ الٰہیہ کے قائل ٹھہرے اور یہ بھی کفر ہے

دوگونہ رنج و عذاب است جانِ مجنوں را
بلائے صحبتِ لیلیٰ و فرقتِ لیلیٰ

نیا پینترا :- علامہ صاحب اس مقام پر ایک نیا پینترا بدل سکتے ہیں۔ وہ یہ کہ محال بالذات تو صرف خدا تعالیٰ کی نظیر کو جانتے ہیں جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر کو ممکن بالذات کہتے ہیں اور ظاہر ہے ممکن پہ قدرت ہے محال پر نہیں لہذا قدرتِ خداوندی کو چیلنج نہ ہوا۔ اس نئے پینترے کا جواب ملاحظہ فرمائیے :-

---

[1] مطالعۂ بریلویت ج ۲ صفحہ ۲۶۶ :

پہلے علمائے اسلام کے حوالہ سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ نظیرِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم محال بالذات ہے جس میں کسی ایچ پیچ کی ضرورت نہیں۔ پھر تحت القدرت یا امکانی صورت سے تاویل بیکار ہے اس لیے کہ تحت القدرۃ بھی ایک امکانی امر ہے اور بقول امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ "محال کی طرف پہنچانے والا امر بھی محال ہے۔"

مولوی اسماعیل دہلوی نے جو لکھا ہے کہ "اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی وولی، جن و فرشتے، جبریل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے ___" (تقویۃ الایمان)

مگر امام المفسرین علامہ فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

"کُن فیکون میں کُن سے مراد ممکنات پر قدرت ہے۔"[1]

اور پھر اہلِ علم سے مخفی نہیں کہ خداوند قدوس کی قدرتِ کاملہ کی تین اقسام ہیں اور انہیں کو مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں۔ مخالفین کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن لکھتے ہیں :-

"امر سویم قابلِ لحاظ یہ ہے کہ آئمہ نقل (محدثین و مفسرین و فقہائ) و علماء عقل (متکلمین) کے نزدیک جملہ صفاتِ باری کی تین قسمیں ہیں"[2]

بہر حال صفاتِ باری یا قدرتِ خداوندی کی اقسامِ ثلثہ کی مختصر تشریح یوں ہے :-

(۱) خدا تعالیٰ نے خبر دی کہ میں نے فلاں چیز کے بنانے کا ارادہ کیا ہے۔
(۲) اپنے ارادے سے ہمیں مطلع نہیں فرمایا۔
(۳) ہمیں خبر دی کہ میں فلاں چیز کے بنانے کا ارادہ نہیں رکھتا۔

---

[1] تفسیر کبیر جلد اوّل صفحہ ۱۴۲ [2] الجہد المقل جلد اوّل صفحہ ۱۸

ان اقسامِ ثلٰثہ کی تشریحات سے قبل یہ اصول یاد رکھیں کہ قدرتِ خداوندی، ارادۂ خداوندی کا دوسرا نام ہے۔ اب ملاحظہ فرمائیے اقسامِ ثلٰثہ کی توجیہات :۔

قدرت کی پہلی قسم جس چیز کی ہمیں خبر دی کہ فلاں ارادہ رکھتا ہوں مثلاً یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ۔ جس کو چاہے ہدایت سے نواز دے اور جس سے چاہے گمراہی کے مہیب اندھیروں میں پھینک دے، وہ اس پر کامل قدرت رکھتا ہے اور یہ امر ممکن ہے اور اس کی قدرت میں قیل و قال کرنے والا بے شک قدرتِ خداوندی کو چیلنج کرنے والا ہے۔ (آیت کریمہ منقولہ میں کلمہ "یشآء" مضارع کا صیغہ ہے مگر جب ذاتِ باری کی طرف مضاف ہوگا تو ازلی ابدی ارادہ پر مشتمل ہوگا کیونکہ خداوندِ قدوس زمان و مکان سے پاک ہے۔)

قدرت کی دوسری قسم چیزوں کا ارادہ تو فرما چکا مگر ہمیں ان کا علم نہیں اور اس بارے میں ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ کہ بے شک وہ تمام (ممکنات) پر قادر ہے۔ لفظ "کل" اور "قدیر" پر تو بحث ہو چکی۔ اب لفظ شے کی طرف توجہ فرمائیے۔ علامہ ابو محمد عبدالحق حقانی کا حوالہ گزر چکا ہے۔ پھر ملاحظہ فرمائیں :۔

"شے کے لفظ میں علماء نے بہت کلام کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں لفظ کے لحاظ سے شے ممکن کو کہتے ہیں جس سے واجب اور ممتنع خارج ہیں۔ اس لیے اُس کو اپنی ذات پر قادر مان کر یہ خیال کرنا کہ وہ اپنے آپ کو یا اپنی صفات کو یا اپنی نیست کر سکتا ہے، غلط خیال ہے۔ کس لیے، کہ وہ اور اس کی صفات واجب ہیں۔ ممکن نہیں۔ اور ممکن نہیں تو شے کا اطلاق بھی ان پر جائز نہیں۔ اسی طرح محالاتِ عقلیہ بھی کہ اپنے جیسا دوسرا پیدا

کر سکتا ہے وغیرہ قدرت کے تحت میں نہیں اس لیے کہ ان میں مقدور ہونے کی صلاحیت ہی نہیں۔ اُس کی قدرت میں کوئی قصور نہیں۔"[1]

نیز یہ کہ لفظ "شی" بھی مقید ہے۔ تفسیر جلالین میں ہے :۔

(ان اللہ علی کل شیئ) شاءہ (قدیر)"

یعنی "شیئ" کے معنی چاہنا، ارادہ کرنا۔ مطلب یہ ہوگا کہ اُس نے ازل سے جس کا ارادہ کیا، جس کو چاہا اس پر قدرت ہے۔ تو اب خود ساختہ علامہ صاحب بتائیں کہ اللہ رب العزت نے (معاذ اللہ) دو مصطفٰے یا کروڑوں مصطفٰے اور خاتم النبیین ازل سے چاہے تھے یا ایک؟ اسی طرح عارف باللہ احمد الصاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

"ان الشیئ ھو الموجود یعنی بے شک شے وہ ہے جو موجود ہو۔"[2]

مخالفین بتائیں کیا نظیر مصطفوی علیہ التحیۃ والثناء ازل سے موجود تھی؟ جو اسے "شے" کے تقاضے پر پیدا کیا جا سکے۔ اور پھر یہی محقق علامہ صاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :۔

"الارادۃ لا تعلق الا بالممکن فکذا القدرۃ فخرجت ذات اللہ وصفاتہ فلا تعلق بھما للقدرۃ یعنی ارادہ کا تعلق صرف ممکن سے ہے پس جیسا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی ذات اور اس کی صفات قدرت سے خارج ہیں، پس ان کا قدرت کے ساتھ تعلق نہیں۔"[3]

معلوم ہوا کہ ممکنات پر قدرتِ کاملہ ہے، اور محالات پر "قدرت

---

[1] تفسیر حقانی پارہ ۲۹ سورۃ الملک [2] الصاوی علی جلالین جلد اوّل صفحہ ۱۲ مطبوعہ مصر قدیم نسخہ [3] ایضاً جلد اوّل صفحہ ۱۴۔

نہیں" کا مطلب یہ ہے کہ ان کا قدرت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں جس سے معاذ اللہ عجز کا شائبہ تک بھی ہو۔

امام المحققین القاضی ناصر الدین ابی سعید عبداللہ ابن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی علیہ الرحمۃ لفظ شئی کی تحقیق میں ارشاد فرماتے ہیں:-

"ای شئی وجوده وماشاء الله وجوده فهو موجود فی الجملة وعلیه قوله تعالی اِنَّ اللهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ الله خالق کل شئی فهما علی عمومهما بلا مثنویة والمعتزلة لما قالوا الشئی ما یصح ان یوجد وهو یعم الواجب الممکن اوما یصح ان یعلم ویخبر عنه ویعم الممتنع ایضا لزمهم التخصیص فی الموضعین بدلیل العقل۔

یعنی شئی یہ ہے، جس کا وجود اللہ نے چاہا ہو اور اللہ تعالیٰ جس چیز کو پیدا کرنا چاہے وہ تین زمانوں میں کسی زمانہ میں موجود پائی جاتی ہے اس لیے اللہ ربّ العزت فرماتا ہے ان اللہ علیٰ کل شئی قدیر۔ اللہ خالق ہے کل شئے کا۔ اور اسی معنی پر "شئی" کا لفظ اپنے عموم پر رہتا ہے (بخلاف) معتزلہ کے، انہوں نے شئی کا معنی کیا جس کا ہونا صحیح ہو، اور یہ واجب کو بھی شامل ہے یا انہوں نے اس کا معنی کیا۔ جس کا جاننا صحیح ہو اور یہ ممتنع کو بھی شامل ہے۔ پس دونوں آیتوں میں معتزلہ کو شئی میں ممکن کے ساتھ تخصیص کرنا پڑی"۔ [۱]

اسی تفسیر بیضاوی کے محشی علامہ ابی الفضل القرشی الصدیقی الخطیب المشہور بالکازرونی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مذکورہ بالا تحقیق

[۱] تفسیر بیضاوی ج ۱ صفحہ ۱۰۲ مطبوعہ مصر؀

کی تائید فرمائی ۔ ان مذکورہ ٹھوس دلائل وحوالہ جات سے مسلکِ اہل سنّت بریلوی کی مکمل تائید ہوتی ہے ۔ امام المتکلمین ابوالفضل محمد بن محمد بن محمد بمعروف برہان الحنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

" والمعدوم لیس بشئی معدوم کوئی چیز نہیں " [1]

• یعنی غیر موجود " شے " نہیں ۔ جو شے ہے وہ موجود ہے ، معدوم نہیں ۔ علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :۔

" المعدوم لیس بشئ ان ارید بالشئ الثابت المتحقق علی ما ذھب الیہ المحققون من ان الشیۃ لصادق الوجود والثبوت والعدم یرادف النفی فھذا حکم ضروری لم ینازع فیہ الا معتزلۃ ۔ یعنی معدوم کوئی چیز نہیں اگر شے سے ثابت و متحقق کا ارادہ کیا جائے جیسا کہ محققین کا مذہب ہے ۔ شیئیۃ (یعنی نفسِ شی) وجود و ثبوت و ملازم ہے اور عدم نفی کے مترادف یہ حکم بدیہی ضروری ہے بلکہ حکم اولی اس میں کسی کو نزاع نہیں سوائے معتزلہ کے ۔ " [2]

مسلکِ مذکورہ بالا بقول علامہ تفتازانی محققین کا ہے ۔ جماعتِ محققین یعنی اشاعرہ ، ماتریدیہ ، حنابلہ اور حکما کا یہی مسلک منقول ہے حتیٰ کہ معتزلہ میں ابوالحسین بصری ، ابوالھذیل علاف اور کعبی کا بھی یہی مسلک ہے ۔ ان کے علاوہ بقیہ معتزلہ اس مسلکِ مبارکہ سے الگ ہیں اور علمائے دیوبند نے بھی انہیں معتزلہ کا مسلک اپنایا ہے جو جماعتِ محققین سے الگ ہیں ۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ ، جنہیں دیوبندیوں کے معتبر مولوی

---

[1] عقائد النسفیہ صفحہ ۱ ۔ [2] شرح العقائد صفحہ ۱۷ عربی مطبوعہ کراچی ؛

سرفراز گکھڑوی نے "تنقیدِ متین" اور "تبرید النواظر" میں بیہقی کو ثقہ مانا ہے، تحریر فرماتے ہیں :-

"یعنی شیٔ بمعنی مشیٔ (ہے) مشیٔ سے مراد وہ چیز جس کا وجود مطلوب ہو۔ اس استعمال کے موافق لفظ شیٔ ممکن ہی کو شامل ہوگا"[1]

ثابت ہوا کہ جو شے ہے وہ ممکن ہے۔ اور کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر سے تمام ممکنات پر قدرت کا ہونا ہے۔

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ لفظ شے کی تحقیق میں فرماتے ہیں :-

"المشیة فی الاصل ایجاد الشی واصابته وان کان قد یستعمل فی التعارف موضع الارادة فالمشیة من الله تعالٰی هی الایجاد ومن الناس هی الاصابة قال والمشیة من الله تقتضی وجود الشی ولذلك ما شاء الله کان وما لم یشا لم یکن۔

ترجمہ : مشیئت کے اصل معنی کسی چیز کی ایجاد یا کسی چیز کو پا لینے کے ہیں۔ اگرچہ عرف میں مشیئت ارادہ کی جگہ استعمال ہوتا ہے پس اللہ تعالٰی کی مشیئت کے معنی اشیاء کو موجود کرنے کے ہیں اور لوگوں کی مشیئت کے معنی کسی چیز کو پالینے کے ہیں۔ پھر اللہ تعالٰی کا کسی چیز کو چاہنا چونکہ اس کے وجود کو مقتضی ہوتا ہے اسی بنا پر کہا جاتا ہے جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے اور جو نہ چاہے نہیں ہوتا۔"[2]

نوٹ :- یہ حوالہ "مفردات" سے لیا گیا ہے۔ اس کتاب کے

---

[1] تفسیر مظہری جلد اوّل صفحہ ۵۰ [2] المفردات صفحہ ۳۷۴ طبع کراچی۔

نوٹ :- مولوی سرفراز گکھڑوی نے "تنقیدِ متین" صفحہ ۶۰ پر شرح العقائد کو مستند کتاب شمار کیا ہے اور صفحہ ۱۶۳ پر علامہ تفتازانی کو امام عقائد لکھا ہے۔

متعلق مفتی محمد شفیع دیوبندی مصنّف معارف القرآن لکھتے ہیں :۔

"یہ کتاب امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ کی وہ عجیب تصنیف ہے کہ اپنی نظیر نہیں رکھتی، خاص کر قرآن کے لُغات کو نہایت عجیب انداز سے بیان فرمایا ہے بشیخ جلال الدین سیوطی نے اتقان میں فرمایا ہے کہ لغاتِ قرآن میں اس سے بہتر کتاب آج تک تصنیف نہیں ہوئی۔" [1]

اس میں جو امام راغب نے فرمایا ہے کہ "جو نہ چاہے نہیں ہوتا" تو اللہ تعالیٰ نے ازل سے صرف ایک ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہا جس کا ثبوت آیت کریمہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ہے، دوسرا چاہا ہی نہیں۔ جب دوسرا نہیں چاہا تو اب نظیر کا امکان بھی باقی نہ رہا (چاہے یہ امکان قدرت خداوندی کی راہ سے کیوں نہ ہو۔) اس لیے کہ مشیت اور ارادہ، قدرت ہی کا دوسرا نام ہے اور جو چیز چاہی نہیں گئی، اُس کا تعلق بھی قدرت سے نہ رہا۔ لہذا نظیر کو ممکن بالذات ماننے والا ختمِ نبوت کا منکر اور کذبِ الٰہیہ کا قائل ٹھہرا۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کی تفسیر معتمد مفسرینِ قرآن کے حوالوں سے آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ سے یہی اللہ تعالیٰ کی مراد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس کی تفسیر یہی فرمائی جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ہوتے ہوئے اُمت کے معتبر افراد اور مستند ہستیوں کی وساطت سے آج ہم تک پہنچی۔ اس کے علاوہ جو تفسیر ہوگی وہ اپنی رائے سے ہوگی ــــ۔

[1] ختمِ نبوت حصہ اوّل صفحہ ۶۶ ؎

دورِ حاضر کے متعصب معتبر دیوبندی مولوی محمد سرفراز خان گکھڑوی لکھتے ہیں :-

"ترجمہ وتفسیر وہی معتبر ہے جو اللہ تعالیٰ کی مراد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک مستند مفسرین کرام نے اس کو بیان کیا ہے"۔ [1]

کاش کہ خود ساختہ علامہ خالد محمود صاحب دیوبندی ان اللہ علی کل شیئ قدیر نقل کرنے کے بعد اپنے گرو (گکھڑوی) کے اصول پر قائم رہ کر چند عباراتِ مفسرینِ کرام ہی نقل فرما دیتے، مگر وہ جانتے تھے کہ اگر یہ غلطی کی تو اپنے مذہب دیوبند کا بیڑہ غرق ہو جائے گا۔

اب علامہ ڈاکٹر صاحب ہی بتائیں کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر (معاذ اللہ) تین زمانوں میں سے ماضی اور حال میں کہیں پائی گئی ہے۔ یا وہ آئندہ تقویۃ الایمان اور تحذیر الناس کی برکتوں سے لا محال ہو کر کسی نئے قادیانی کے انتظار میں ہیں۔ کل "تحذیر الناس" کے بل بوتے پر اور اس کی کفریہ عبارات کو بنیاد بنا کر مرزا غلام احمد قادیانی نے دعوئ نبوت کھینچ مارا، آج اگر آپ کی کتاب "مطالعہ بریلویت" پڑھ کر کوئی نظیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعویٰ کر بیٹھے تو آپ کے پاس پھر کون سے ایسے مانع دلائل موجود ہیں جو اس کی راہ روک سکیں۔ زیادہ سے زیادہ آپ یہی کہہ سکیں گے کہ "حضور کی نظیر محال ہے" مگر وہ شاطر آدمی جواباً اگر یہ کہہ دے کہ اے دیوبندیو! کیا اللہ تعالیٰ اس پر قادر نہیں کہ مجھے نظیرِ مصطفیٰ بنا دے ؟ (معاذ اللہ) بتلایئے

---

[1] تنقیدِ متین صفحہ ۲۲ ؎

آپ اُسے کیا جواب دیں گے؟ پھر بھی یہی کہیں گے کہ خدا نظیر بنانے پر قادر ہے مگر بنائے گا نہیں۔ وہ پُوچھ بیٹھے خدا کے ارادوں کا تمہیں کیسے پتہ چل گیا؟ وہ خالق و قادر ہے، علیٰ کل شئ قدیر ہے، کیا تم خدا سے بھی بڑھ گئے ہو جو اس کے ارادوں کو بھی جان لیا ہے، کیا تم خدا سے بھی علم میں بڑھ گئے ہو؟ اور کہے کہ اے دیو بندیو! تم نے خود جو لکھا ہے کہ قادر خلاقا دہے وہ ایسا کر سکتا ہے۔ جب کر سکتا ہے تو بس ٹھیک ہے، اُس نے ایسا کر دیا ہے، کیا اب تم اللہ تعالیٰ کی قدرت کا بھی انکار کرنے لگ گئے ہو؟

اس کی راہ روکنے کے لیئے یہ بھی راستہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظیر کو محال بالذات مانا جائے۔ اور علمائے اسلام کی عبارات سے بتایا جائے کہ بے شک اللہ تعالیٰ علیٰ کل شئ قدیر ہے مگر نظیر کا تعلق قدرت خداوندی سے ہرگز نہیں۔ جب تک علمائے اہلِ سنّت کی تصریحات کے مطابق محال بالذات والا عقیدہ نہ اپنایا جائے گا کوئی دیو بندی کسی کاذب مدعی نظیرِ مصطفےٰ کی راہ نہیں روک سکتا بلکہ ان حالات میں یہ طبقہ اس کا ممد و معاون ثابت ہوگا۔

بہر حال یہ ڈاکٹر صاحب سے پُوچھ رہا تھا کیا کسی زمانہ میں نظیرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پائی گئی ہے یا آئندہ پائی جائے گی؟ اور کیا خدا تعالیٰ نے کہیں نظیرِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی خبر دی ہے؟ اور شئ تو موجود کو کہتے ہیں، کیا نظیر موجود ہے؟ کیا اللہ ربّ العزت نے آپ کی نظیر چاہی ہے؟ شرح العقائد کے حوالے سے گزرا کہ شئ کو وجود اور ثبوت لازم ہے، کیا نظیرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وجود و ثبوت علمائے دیو بند پیش کر سکتے ہیں؟

امام عمادی کے حوالے سے گزرا شئ موجود کو کہتے ہیں کیا نظیر موجود ہے یا ہوگی؟ مفرداتِ راغب کے حوالے سے گزرا مشیّتِ خداوندی یہ ہے کہ

شئ موجود ہو یا اس کے معنی موجود کرنے کے ہیں کیا خدا تعالیٰ نے کسی وقت نظیرِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو موجود کیا ہے یا آئندہ کرے گا؟

"مفرداتِ راغب" جس کی تعریف میں مفتی محمد شفیع دیوبندی بے حد رطب اللسان ہیں، اُس میں یہ ہے کہ مشیئت یہ ہے کہ شے موجود ہو یا اس کے معنی موجود کرنے کے ہیں۔ تو ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا

"جو چیزیں اس کی مشیت میں ہوئیں ان پر بھی اور جو چیزیں مشیت میں مقدر نہ ہوئیں ان پر بھی وہ قادر ہے۔" [1]

کا مطلب یہ ہوگا کہ نظیر کا تعلق قدرتِ الٰہیہ سے ہے، چاہے یا نہ چاہے، جب قدرت سے تعلق ہوا تو نظیر محال نہ رہی، محال نہ رہی تو ممکن ہوئی۔ اور ممکن کا تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں پایا جانا ضروری ہوا۔ بتائیے وہ زمانہ کون سا ہوگا؟

اس قدر ٹھوس حوالہ جات کے باوجود نظیرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تحتِ قدرت کہہ کر قدرت سے تعلق پیدا کرنا یعنی عقیدۂ امکانِ نظیر رکھنا کھلی بد اعتقادی نہیں تو اور کیا ہے۔ ان اللہ علیٰ کل شئ قدیر کی تفسیر اپنی رائے سے نہیں تو اور کیا ہے۔ الغرض عباراتِ اہلِ سُنّت سے جو کچھ بیان ہوا اس کا حاصل یہ ہے کہ شئ، جس کو اللہ ربّ العزت کی قدرت میں داخل کریں گے وہ فی الحقیقت موجود ہوگی یا موجود کی جائے گی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظیر چونکہ کسی زمانے میں بھی ممکن نہیں لہٰذا یہ قدرتِ خداوندی سے خارج ہوئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ ممکنات پر ہے، اب جو یہ خود ساختہ علامہ صاحب امکانِ نظیر پیدا کر رہے ہیں یہ

---

[1] مطالعۂ بریلویت جلد دوم صفحہ ۲۶۴

کہہ کر کہ "سو یہ بات کہ آپ جیسی کوئی اور مخلوق ہو یہ ممکن بالذات ہو گا" آیت کریمہ وخاتم النبیین کی معنوی تحریف کا واضح ثبوت ہے۔
یہ بیان تھا قدرت کی دوسری قسم کا۔ اب قدرت کی تیسری قسم کا بیان ملاحظہ فرمائیے۔

قدرت کی تیسری قسم

جس کے بارے میں اللہ رب العزت نے خبر دی کہ میں فلاں چیز کو بنانے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ تو اب اس کے خلاف ہرگز نہ ہو گا۔ اور اسی چیز میں ہی دراصل امتناع النظیر ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ ط [۱]

نہیں ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن آپ اللہ کے رسول اور تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔ (ترجمہ مفتی محمد شفیع دیوبندی)

یعنی اللہ رب العزت کی قدرت، مشیئت و ارادہ تو یہی تھا جو اس نے ظاہر فرما دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا آپ ہی خاتم الانبیاء ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مزید ارشاد فرمایا:۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ [۲]

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں جس کے لیے آسمانوں اور زمین کا ملک ہے (ترجمہ

[۱] سورۃ الاحزاب پارہ ۲۲ آیت ۴۰ [۲] سورۃ الاعراف پارہ ۹ آیت ۱۵۸

مفتی محمد شفیع دیوبندی)

نیز ارشادِ گرامی ہے :-

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا۔[1] ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام انسانوں کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر۔

اُس مذکورہ آیتِ کریمہ کی شرح میں مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی لکھتے ہیں :-

"ان دونوں آیتوں اور ان کی امثال اور چند آیتوں میں بھی صاف اعلان فرما دیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے تمام انسانوں کے لیے رسول ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا ان انسانوں سے صرف وہ انسان مراد ہیں جو آپ کے زمانۂ مبارک میں تھے یا آئندہ آنے والی نسلیں بھی ان میں شامل ہیں۔ پہلی صورت میں تو یہ لازم آتا ہے کہ صرف صحابہ ہی کے رسول ہیں، اور بس، اور آپ کی رسالت و نبوت صرف صحابہ میں ختم ہو گئی، اور یہ ایک ایسا گستاخانہ کلمہ ہے کہ کوئی مسلمان اس کو گوارا نہیں کر سکتا۔"[2]

نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

"وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت بنا کر تمام عالم والوں کے لیے۔" (ترجمہ مفتی محمد شفیع دیوبندی)

"عالمین" کے بارے میں یہی مفتی صاحب رقمطراز ہیں :-

---

[1] سورۂ سبا پارہ ۲۲ آیت ۲۸۔

[2] ختم نبوت حصہ اول صفحہ ۷۷، ۷۸ ادارۃ المعارف کراچی۔

"جس طرح کہ باتفاق دنیا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ میں عالمین سے تمام عالم بلا کسی تخصیص کے مراد ہیں اسی طرح اس جگہ بھی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں۔" [1]

جناب علامہ صاحب! اپنے مفتی صاحب کی عبارات پڑھ کر بتائیے کہ جب ارادہ و مشیئتِ خداوندی یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ آپ جیسے کسی اور کی ضرورت نہیں تو پھر نظیرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قدرت کی پیوند کاری تحریف نہیں تو اور کیا ہے۔ گویا آپ سو فیصد اس پر یقین نہیں رکھتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں، اور تمام انسانوں کے لیے رسول ہیں، اور تمام عالمین کے لیے رحمت ہیں بلکہ ننانوے فی صد یقین رکھ کر ایک فی صد اس کا بھی امکان مانتے ہیں کہ کوئی دوسرا بھی خاتم النبیین ہو سکتا ہے، کوئی دوسرا بھی تمام انسانوں کے لیے رسول ہو سکتا ہے اور کوئی دوسرا بھی تمام عالمین کے لیے رحمت ہو سکتا ہے۔

خوب یاد رکھیے اور خوب ذہن نشین کر لیجئے کہ "اللہ تعالیٰ ایسا کر سکتا ہے" کا مطلب یہ ہے کہ دوسرا خاتم النبیین ہو سکتا ہے، کوئی دوسرا بھی تمام انسانوں کے لیے رسول ہو سکتا ہے اور کوئی دوسرا بھی تمام عالمین کے لیے رحمت ہو سکتا ہے۔ آپ حضرات دیوبند ایک امکانِ نظیر کو تسلیم کر کے بہ رضا و رغبت یہ سب مفاسد تسلیم کیے بیٹھے ہیں۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ ایسے برے عقیدے سے تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

اصول ①:- ایک ہے خدا کی قدرت۔

---

[1] ختم نبوت حصہ اوّل صفحہ ۷۸

(۲) اور ایک ہے خدا تعالیٰ کا قانون۔

قدرت یہی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا فرما دیا اور مبعوث فرما دیا ــــــ قانون یہ ہے کہ آپ جیسا اور کوئی نہ ہو۔ (دلائل گزر چکے ہیں) اب اگر نظیر یہ قدرت مانی جائے تو خلافِ قانون ہوگا اور قانونِ خداوندی میں یعنی وعدۂ خداوندی میں خلف لازم آئے گا۔ اور اگر خلف لازم آئے تو کیا ہوتا ہے، ملاحظہ فرمائیے:۔

دیوبندیوں کے قطب الارشاد، قطب الاقطاب، و قطب العالم مولوی رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں:۔

"بداء وعدے میں نہیں ہو سکتا کہ مختلف وعدہ اور کذب حق تعالیٰ ثابت ہوتا ہے اور حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ[1]"

بداء اہل تشیع کا عقیدہ ہے۔ بداء ہے کیا۔ اس کے متعلق قاضی مظہر حسین دیوبندی آف چکوال کے والد مکرم حضرت مولانا محمد کرم الدین صاحب دبیر (جنہوں نے "الصوارم الہندیہ" کتاب میں چند عباراتِ دیوبندیہ پر کفر کا فتویٰ دیا ہے) فرماتے ہیں:۔

"رہی یہ بات کہ بداء کیا چیز ہے۔ سو اس کے متعلق کتب لغت کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ کتب لغت میں لکھا ہے بَدَاءَ لَہٗ اَیْ ظَھَرَ لَہٗ مَا لَمْ یَظْھَرْ (فلاں شخص کو بداء ہوا یعنی وہ چیز معلوم ہوئی جو پہلے معلوم نہ تھی)"[2]

وعدۂ خداوندی، قانونِ خداوندی ہے، جب اس نے قرآن کریم میں صاف صاف فرما دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی خاتم النبیین ہیں اور آپ ہی تمام عالمین کے رسول اور رحمت ہیں۔ اس منصب کا

[1] ہدایۃ الشیعہ صفحہ ۷، ۵ ملحق تالیفاتِ رشیدیہ [2] آفتابِ ہدایت صفحہ ۸، ۱۷

کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا تو اب یہ کہنا "سو یہ بات کہ آپ جیسی کوئی اور مخلوق ہو یہ ممکن بالذات ہوگا" یعنی دوسرا خاتم النبیین ہو سکتا ہے یا بالفاظِ دیگر امکانِ نظیر کو تسلیم کر لینا درحقیقت تخلف وعدۂ الٰہیہ اور کذبِ حق تعالیٰ کو ثابت کرنا ہے اور عقیدۂ بداء کا قائل ہو کر قرآنی آیتوں کو صاف جھٹلانا ہے۔

معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظیر محال ہے اور محال کا قدرتِ خداوندی سے کوئی تعلق نہیں البتہ مسلکِ اہلِ سُنّت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر تھا کہ تمام مخلوق سے جس کو چاہتا خاتم النبیین بنا دیتا۔ وہ اس بات پر قادر تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس نے منصبِ نبوت پر کس کو فائز کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادہ ومشیّت وعلم کے مطابق اس منصبِ ختمِ نبوّت کا تاج حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو عطا فرما دیا۔ تو یہ قانون مکمل ہوگیا۔ اب اس کے خلاف دراصل اپنے قانون کے خلاف ہے اور یہ بتایا جا چکا ہے کہ نظیر کا وقوع مانا جائے یا کسی بھی امر سے نظیر کا امکان مانا جائے، دونوں باتیں ایک ہی زمرے میں آئیں گی۔ یعنی نظیر کی مکمل نفی نہیں کی گئی بلکہ قدرتِ خداوندی کے تحت اس کا ہونا بھی مان لیا گیا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خاتم النبیین بنا چکا اور خاتم النبیین بنانے کا ارادہ ازل سے فرما چکا کہ خاتم الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سیدنا محمد مصطفےٰ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہوں اب اگر مولوی اسماعیل دہلوی اور اس کے ماننے والوں کے مطابق (معاذ اللہ) کروڑوں محمد (یعنی خاتم النبیین) بنانے پر اللہ تعالیٰ کی قدرت مانی جائے تو ماننا پڑے گا کہ

(معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ ازل سے ہی دو مختلف ارادے رکھتا تھا کہ کروڑوں خاتم النبیین ایک دوسرے کا مقابلہ کر سکیں اور ایک دوسرے کی شریعت کو منسوخ کریں وغیرہ وغیرہ۔ دیوبندی کہتے ہیں وہ قادر ہے، ایسا کر سکتا ہے، "کر سکتا ہے" کا مطلب ہی یہی ہے کہ یہ اس کے ارادے میں تھا، یا اُس نے چاہا۔ تو کیا نظیرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُس کے ارادے میں تھا یا نظیر کو اُس نے چاہا؟ اسی لیے ہم اہل سنت وجماعت کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظیر محال بالذات ہے جبکہ علامہ ڈاکٹر صاحب اس کو ممکن بتاتے ہیں گویا امکانِ نظیر کے قائل ہیں۔

مولوی محمد قاسم نانوتوی بانیٔ دارالعلوم دیوبند ایک ہندو کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"محال اگر بوسیلہ قدرت ظہور میں نہیں آتا تو قدرتِ خداوندی کا اور اُس کی قادریت کا قصور نہیں ہوتا، محال میں مقدوریت نہیں ہوتی ــــ"۔[1]

آسان مطلب یہ ہے کہ جو چیز محال ہے وہ اگر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بھی وجود میں نہیں آتی تو اس میں اللہ تعالیٰ کی قادریت کا کوئی قصور نہیں۔

نانوتوی صاحب کہتے ہیں کہ محال کا وجود وظہور میں نہ آنا قدرتِ خداوندی کو کم نہیں کرتا۔ جب ڈاکٹر خالد محمود صاحب خود بھی اسے محال مانتے ہیں یعنی کہتے ہیں :۔

"ان دلائل قطعیہ کی وجہ سے حضور کی نظیر محال ہے۔"[2]

---

[1] انتصار الاسلام صفحہ ۱۱ طبع دیوبند [2] مطالعۂ بریلویت ج ۲ صفحہ ۲۶۴

تو پھر بقول نانوتوی صاحب یہ محال ظہور میں نہ آئے تو اس میں قدرتِ خداوندی کا کیا قصور یا امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز لکھیں کہ ”تحتِ قدرت ہی نہیں“ تو بتائیے ڈاکٹر صاحب! قدرتِ خداوندی کو چیلنج کیسا؟ ڈاکٹر صاحب جیسے پچاس علامے اور بھی بیٹھ جائیں تو قیامت تک انشاء اللہ العزیز اس کا جواب نہیں دے سکتے۔ امام احمد رضا بریلوی پہ آپ کا الزام آپ لوگوں کے شدید تعصّب اور جہالت وضلالت کے باعث کھلا افتراء ثابت ہوا۔

بانیٔ دارالعلوم دیوبند نانوتوی صاحب کی مزید سُنیئے:۔

”سو پنڈت جی کے اس اعتراض سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ہنوز اس فرق کی خبر نہیں۔ موتِ خداوندی مقدور نہیں کیونکہ محال ہے، مگر اس سے خدا کی قادریت میں کیا فرق اور کیا نقصان آگیا اور جو اس کو قادرِ مطلق نہیں کہتے؟“ [1]

مذہبِ دیوبندیہ کے قاسم العلوم والخیرات اور حجۃ الاسلام والمسلمین کے منقولہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ نانوتوی صاحب مذکورہ امور کو تحت القدرۃ تسلیم نہیں کرتے نیز اس کی توضیح یہ کرتے ہیں کہ ان پر قدرت کا اطلاق ہی نہیں ہوتا۔ یہی ہم کہتے ہیں کہ نظیر مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم محال ہے اور محال پر قدرت کا اطلاق وتعلق نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے جب اس پر قدرت کا اطلاق وتعلق ہی نہیں تو پھر ”قدرتِ خداوندی کو چیلنج“ کے آوازے کسنا صریحاً جہالت ہے ــــــ۔

نوٹ:۔ جس طرح ڈاکٹر خالد محمود صاحب نظیر کو محال بھی

---

[1] انتصار الاسلام صفحہ ۱۲؎

مانتے ہیں وہ ممکن بھی۔ اسی طرح یہ تضاد ان کے ہر مولوی کی عبارتوں میں ملے گا۔ خود نانوتوی صاحب نے یہاں محال لکھا اور تحذیر الناس میں بے شمار خاتم النبیین تسلیم کر ڈالے اور لکھا کہ: "اگر بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا"

ان تضادات سے ان کی کتب بھری پڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

سلف صالحین پر الزام تراشی

ڈاکٹر صاحب چونکہ ابن عبد الوہاب نجدی کے پیرو ہیں جو بقول حسین احمد ٹانڈوی مصنف "شہاب ثاقب" سلف صالحین کی شان میں گستاخیاں کیا کرتا تھا اس لیے ڈاکٹر صاحب بھی سنتِ نجدی کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی روا نہیں رکھتے۔ لکھتے ہیں:-

"کوئی چیز جو ممتنع بالذات نہیں، اس کی قدرت سے خارج نہیں۔ حضور اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور ممکن بالذات۔ سو یہ بات کہ آپ جیسی کوئی اور مخلوق ہو، یہ ممکن بالذات ہوگا ممتنع بالذات نہیں ورنہ حضور کا دائرہ امکان میں آنا کسی طرح سمجھ میں نہ آسکے گا"۔[1]

ڈاکٹر صاحب کا مطلب یہ ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مخلوق ہیں اور موجود ہیں تو آپ جیسی کوئی اور مخلوق کس طرح اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ایک بنا سکتا ہے تو دوسرا کیوں نہیں بنا سکتا۔

(ک) جواب کے لیے اس موضوع پر لکھی گئی ابتدائی سطور کو دوبارہ

---

[1] مطالعہ بریلویت ج ۲ صفحہ ۲۶۴

بغور پڑھ لیجئے۔ مختصراً غرض ہے کہ یہ تصور ہی غلط ہے کہ جب ایک شے ممکن ہے تو اس کی نظیر کس لیے محال ہے اور وہ کیونکر ممکن نہ ہو گی۔ ممکن جب ناقابل تقسیم مقام پر فائز ہو تو اس جگہ دوسرا فائز ہو ہی نہیں سکتا۔ نہ وقوعاً نہ امکاناً۔ مثلاً ایک خاتم النبیین کا ہونا ممکن تھا۔ اب اس ممکن میں کیا کوئی دوسرا شریک ہو سکتا ہے؟ اگر علامہ صاحب کہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا کر سکتا ہے، کرتا نہیں۔ "تو کر سکتا ہے" سے مطلب یہ ہو گا کہ وہ اپنے ہی وعدے کے خلاف کر سکتا ہے اور اس کا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ اور لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ کہنا غلط ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) کیونکہ دوسرے خاتم النبیین کا امکان پہلے سے موجود واقع خاتم النبیین کو جھٹلانے کے مترادف ہے اور ایسا عقیدہ کذب الٰہیہ کو مستلزم ہے۔ بات یہاں بھی قدرت اور قانون کی ہے۔ قدرت یہی تھی کہ آپ کو پیدا اور مبعوث فرما دیا۔ قانون یہ بنا دیا کہ آپ جیسا دوسرا کوئی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اب اس کے خلاف ہرگز نہیں کرے گا، دوسرے لفظوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر محال ہے۔ ممکن کہنا قانونِ خداوندی کا انکار کرنا ہے۔ جب قانون بن گیا کہ آپ جیسی کوئی دوسری مخلوق نہ ہو تو پھر آپ جیسی دوسری مخلوق یعنی نظیر کے امکان کو تسلیم کرنا آیاتِ کریمہ سے کھلم کھلا بغاوت ہے۔

★ **یاد رکھیے!** کہ اگر ممکن ہے تو پھر ممکن کا کسی نہ کسی زمانے میں پایا جانا ضروری ہے یا پھر کسی ایسی ممکن شے کی نشاندہی کیجئے جو ممکن بھی ہو اور کسی زمانہ میں پائی بھی نہ جائے گی۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ج صلے اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ٥

(ب) ڈاکٹر صاحب اپنے حلقہ میں نہ صرف علامہ بلکہ مؤرخ و متکلم اور مناظر بھی مانے جاتے ہیں۔ اس عبارت میں ڈاکٹر صاحب نے تسلیم فرمالیا کہ ممتنع بالذات تحت القدرۃ نہیں ہوتا اور جملہ اہل سنت و جماعت یعنی تمام مفسرین کرام وغیرہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظیر کو محال بالذات مانتے ہیں جو کہ تحتِ قدرت نہیں تو قدرتِ خداوندی کو چیلنج کیا؟

(ج) ڈاکٹر صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ اہل سنت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظیر ممتنع بالذات مانتے ہیں اور اسی پر انہوں نے بحث بھی کی ہے کہ ممتنع بالذات دائرۂ امکان سے باہر ہے۔ لہٰذا حضور کو جب تک ممکن بالذات نہ مانا جائے اُن پر مخلوق کا اطلاق نہیں ہوگا۔

لامحالہ ان کے خود ساختہ اصول و قواعد بھی اسی جانب ہوں گے کہ جو چیز دائرہ امکان میں نہیں وہ دائرہ وجوب میں ہوگی۔ اب سلف صالحین پر الزام تو اسی پہ ہوئی کہ تمام مفسرین کرام اہل سنت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظیر کو ممتنع بالذات مانتے ہیں جیسا کہ سابقہ سطور میں ٹھوس دلائل سے ثابت کیا جا چکا ہے تو علامہ صاحب کے ان فرضی اصول وضوابط کے مطابق لازم آئے گا کہ یہ سلف صالحین (معاذ اللہ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو واجب الوجود مانتے ہیں۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔

ختمِ نبوت کا انکار

ممکن ہے ڈاکٹر صاحب کہہ دیں کہ ہم حضور کی نظیر کو جو محال کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وقوع محال ہے امکان محال نہیں۔ جواباً گزارش ہے کہ اس طرح بھی ختمِ نبوت کا انکار لازم آتا ہے ڈاکٹر صاحب کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے:

"یہ بات دلائل قطعیہ سے ثابت ہے کہ حضور کی نظیر ہرگز نہ ہوگی،

ان دلائل قطعیہ کی وجہ سے حضور کی نظیر محال ہے اور حضور کے بعد کسی کو نبوت ملے یہ بھی ممکن نہیں۔ مگر یہ بات کہ اب خدا کی قدرت میں ہی نہیں کہ ایسا کر سکے، اس کی قدرت کو کھلا چیلنج دینا ہے، نہ کرنے اور نہ کر سکنے میں بڑا فرق ہے؛؛ [1]

میں آپ کو بہت خوبصورت نکتے پہ پہنچانا چاہتا ہوں، شاید اچھی طرح نہ سمجھا سکوں، خود سمجھنے کی کوشش فرمائیے گا۔ ڈاکٹر صاحب اگر نظیر کے وقوع کو محال جانتے ہیں امکان کو نہیں تو صد مبارک باد ہو کہ ڈاکٹر صاحب اس عبارت میں نظیر مصطفےٰ کے امکان کو بھی محال مان چکے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے:۔

"حضور کے بعد کسی کو نبوت ملے یہ بھی ممکن نہیں۔"

یعنی یہ امکان محال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کوئی اور نبی ہو۔ جب کسی دوسرے کا نبی ہونا اب محال ہے تو نظیر بھی تو نبی ہی ہوگا۔ نبی نہ ہوا تو نظیر کیا۔ لہٰذا نظیر کا امکان بھی باقی نہ رہا۔ نظیر میں نبوت کا پایا جانا یقینی امر ہے اور جب آپ کے بعد نبوت کا امکان بھی محال ہے تو بدیہی بات ہے کہ نظیر کا امکان بھی محال ہے۔ سو جناب علامہ صاحب نے یہاں نظیر مصطفےٰ کے وقوع ہی کو نہیں بلکہ امکان کو بھی محال مان لیا۔ جب دونوں طرح سے محال مان لیا اور مکمل محال مان لیا تو اب اس کا تعلق قدرتِ الٰہیہ سے بھی نہ رہا۔ اور ان کا امام احمد رضا پر یہ الزام افترا ہوا کہ انہوں نے قدرتِ خداوندی کو چیلنج کیا ہے۔ امام احمد رضا کا یہ کہنا کہ "تحتِ قدرت ہی نہیں" کا معنیٰ ہی یہ ہے کہ اس کا قدرتِ الٰہیہ سے کوئی تعلق نہیں۔ یہی مطلب "نہ کر سکنے" کا سمجھ لیجئے۔ گو ایسا کہنا نہیں

[1] مطالعۂ بریلویت جلد دوم صفحہ ۲۶۵ ؎

چاہیے کہ وجدان پہ گراں گزرتا ہے یعنی یوں نہ کہا جائے کہ "اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرسکتا۔" بلکہ اس طرح کہنا زیادہ مناسب ہے کہ اس کا تعلق قدرتِ خداوندی سے نہیں یا تحتِ قدرت نہیں ہے۔

اب ڈاکٹر صاحب ایک طرف کہتے ہیں :۔ "حضور کی نظیر محال ہے"

دوسری جانب کہتے ہیں :۔ "مگر یہ بات کہ اب خدا کی قدرت میں ہی نہیں کہ ایسا کر سکے۔"

تو انہوں نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قدرت کا اطلاق محالات پر بھی ہوتا ہے (جبکہ جماعتِ محققین اس کے خلاف ہے) ڈاکٹر صاحب کے اس عقیدہ سے ختمِ نبوت کے انکار کے علاوہ یہ فساد بھی لازم آیا کہ اللہ تعالیٰ کا دوسرے خدا کو پیدا کرنا بھی اُس کی قدرت کے تحت ہے، قدرت سے خارج نہیں۔ یعنی نظیرِ خدا بھی ممکن ہے کیونکہ جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر کو محال مانتے ہیں اور محال مان کر تحتِ قدرت بھی مانتے ہیں تو نظیرِ خدا بھی محال و ممتنع ہے اور ڈاکٹر صاحب کے قاعدے کے مطابق اس محال پر بھی کہا جائے گا :۔ "مگر یہ بات کہ اب خدا کی قدرت میں ہی نہیں کہ ایسا کر سکے اُس کی قدرت کو کھلا چیلنج ہے۔" (۲۶۵) اور یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ ایک محال کو تحتِ قدرت مانا جائے اور دوسرے محال کو قدرت سے خارج کر دیا جائے۔ تو اس طرح نظیرِ خدا پر بھی اللہ تعالیٰ کو قادر ماننا پڑے گا۔ (معاذ اللہ)

ختمِ نبوت کا انکار یوں ہوا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر ممکن ہے تو پھر یہ ارادۂ خداوندی ہوا جس کا تفسیر بیضاوی

---

۱ ممکن ہے کوئی اجہل یہ کہہ دے کہ ایسا عقیدہ ہی کیوں رکھا (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

کے مطابق کسی نہ کسی زمانے میں پایا جانا ضروری ہے اور ارادہ کا تعلق ممکن سے ہے جیسا کہ علامہ صاوی کی عبارت گزر چکی ہے اور مشیتِ خداوندی کے معنی امام راغب کے مطابق اشیاء کو موجود کرنے کے ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ قدرتِ خداوندی، ارادۂ خداوندی ہے اس کا تعلق ممکنات سے ہے۔ جب ڈاکٹر صاحب کے عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی دوسری مخلوق پیدا کرنے پر قادر ہے تو ثابت ہوا کہ اس ذریعہ و وسیلہ سے آپ کی نظیر ممکن ہے۔ جب نظیر ممکن ہے تو یہ بات محتاجِ دلیل ہی نہ رہی کہ دوسرا خاتم النبیین ممکن ہے (ورنہ نظیر نہیں) جب دوسرا خاتم النبیین مان لیا (تحتِ قدرت ما تنا دوسرا خاتم النبیین ماننا ہی تو ہے) تو صریحاً ختم نبوت کا انکار لازم ہے اس لیے کہ پھر نظیر خاتم ہوگا حضور نہیں۔

نوٹ:- جب وہ خاتم ہوا تو نظیر نہ رہا بلکہ درجہ میں بڑھ گیا۔ اس کی بحث انشاء اللہ آگے آئے گی۔

آیاتِ کریمہ سے استدلال

ڈاکٹر صاحب نے اپنی علمیت کا سکہ بٹھانے کے لیے اپنی بات کی تائید میں وہ آیاتِ کریمہ سے بھی استدلال کیا ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"وہ اگر چاہتا ـــــ تو حضور کو وحی کی دولت دے کر کیا پھر

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) جائے جو وجدان پر گراں گزرے تو جواب یہ ہے کہ متکلمین نے کتبِ عقائد میں تصریح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خالق کل شیئ تو کہا جائے مگر خالق کلاب والخنازیر نہ کہا جائے۔ حالانکہ وہ ان کا بھی خالق ہے اور سب کا عقیدہ بھی ہے۔

اسی بنا پر یہاں یہ فقرہ لکھا گیا:

اسے آپ سے سلب کرنے پر قادر نہ تھا۔ گو اُس نے ایسا نہ چاہا کہ یہ اُس کی شان کے لائق نہ تھا لیکن سوال یہ ہے کہ یہ اس کی قدرت کے تحت تھا یا نہیں ؟ قرآن کریم اس موضوع پر واضح روشنی ڈالتا ہے :۔

وَلَئِن شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا ۝ إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ۚ إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا ۝ (پ ۱۵ بنی اسرائیل آیت ۸۷)

ترجمہ :۔ "اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر آپ پر وحی بھیجی ہے سب واپس لے لیں۔ پھر اسے لینے کے لیے آپ کو ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی نہ ملے مگر یہ آپ کے رب کی رحمت ہے بے شک آپ پر اس کا بڑا فضل ہے"۔

یعنی یہ کہ خدا نے ایسا نہ کیا یہ اس کی رحمت ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ یہ اُس کے تحت قدرت ہی نہیں یہ بات کہ وہ آپ کو وحی سے محروم کر دے۔ یہ بات اس کی مشیّت میں نہ تھی۔ لیکن اس میں کوئی مسلمان شک نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اسے تحت القدرت بتلایا ہے۔" [1]

الجواب :۔ پہلے یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت قدیم ہے۔ اُس کی قدرت، اُس کا ارادہ، اُس کی مشیّت اور اُس کا چاہنا سب قدیم ہیں۔ ایسا نہیں کہ کوئی صفت پہلے موجود نہیں تھی بعد میں پیدا ہو گئی۔

ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں :۔ "وہ اگر چاہتا"۔ اور جو آیت کریمہ کا

---

[1] مطالعۂ بریلویت ج دوم صفحہ ۲۶۵، ۲۶۶ :۔

ترجمہ کیا اُس میں بھی یہی لکھا :۔

"اور اگر ہم چاہیں"۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اگر اس طرح چاہتا۔ ایسا ہرگز نہیں کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے نہیں چاہا اور اب وہ اس کو اپنے ارادہ میں شامل فرمالے گا بلکہ اُس نے ایسا چاہا ہی نہیں۔ اُس نے ایسا ارادہ ہی نہیں فرمایا۔ جب ارادہ اور چاہنا پایا جائے گا تو پھر اُن چیزوں کا تعلق بھی قدرتِ الٰہیہ سے ہو گا۔ لیکن جب ارادہ اور چاہنا نہیں پایا جائے گا تو پھر وہ ممکنات سے خارج ہوں گی۔ وہ محالات کا قدرت الٰہیہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے ایسا کیوں نہ چاہا۔ اس کے بارے میں ڈاکٹر صاحب خود کہتے ہیں :۔ "کہ یہ اُس کی شان کے لائق نہ تھا۔"

جناب علامہ صاحب ! جو بات اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہ ہو۔ اُس میں لازماً کوئی نقص ہو گا، کوئی عیب ہو گا۔ جبھی تو وہ اُس کی شان کے لائق نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اُس کی صفت ہے۔ کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ اُس کی صفت ہے۔ اب اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے وحی سلب کرنا تحتِ قدرت ہے تو معلوم ہوا کہ اس کا تعلق قدرتِ الٰہیہ سے پایا جاتا ہے۔ اور جس کا تعلق قدرت سے پایا جائے وہ اُس کی شان کے لائق ٹھہری۔ یا پھر ایسا بھی نہیں کہ ایک بات پہلے تو اُس کی شان کے لائق نہ تھی وہ اب لائق ہو جائے یہ بھی ممکن نہیں۔ جو پہلے شان کے لائق نہ تھی وہ اب بھی نہیں اور نہ آئندہ ہو گی۔

ڈاکٹر صاحب کی اپنی ہی عبارت میں اب تو ایک عجیب تضاد ثابت ہو گیا۔ مثلاً جھوٹ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں کیونکہ جھوٹ عیب ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے۔ اب اگر اسے تحتِ

قدرت مانا جائے (اور یہ دیوبندیوں کا عقیدہ ڈنکے کی چوٹ پہ ہے) تو تحتِ قدرت ماننے سے اس جھوٹ کا تعلق قدرت سے پایا جانا ضروری ہے۔ جب تعلق پیدا ہوگیا تو پھر یہ جھوٹ (معاذ اللہ) اُس کی صفت میں داخل ہوکر اُس کی شان کے لائق ہوگیا۔ ڈاکٹر صاحب یہاں خوب پھنسے ہیں کہ ایک بات کا تعلق اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بھی بتاتے ہیں اور بھی کہتے ہیں کہ یہ اُس کی شان کے لائق بھی نہیں۔ بھلے آدمی جو بات اُس کی شان کے لائق نہیں اُس کا تعلق بھی پھر اُس کی قدرت سے رہا۔ جیسے موت ہے کہ یہ نہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے چاہی اور نہ اُس کی شان کے لائق۔ تو بقول مولوی محمد قاسم نانوتوی:

"موت خداوندی مقدور نہیں کیونکہ محال ہے مگر اس سے خدا کی قادریت میں کیا فرق اور نقصان آگیا جو اس کو قادرِ مطلق نہیں کہتے۔"[1]

تو وہی سلب کرنا اگر اس کی شان کے لائق نہیں تو پھر اس کا تعلق بھی قدرت سے نہ رہا۔ اور اس سے خدا کی قادریت میں بھی کچھ فرق اور نقصان نہ آیا۔ ڈاکٹر صاحب اگر کہیں کہ موت کو ہم ممتنع بالذات مانتے ہیں تو بندہ بھی بار بار عرض کر چکا ہے کہ تمام علمائے اسلام یعنی سلف صالحین نظیرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ممتنع بالذات ہی مانتے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک ہر معیوب بات جو کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں، فی الواقع اُس کا تعلق بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پایا جانا ضروری ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) تو ڈاکٹر صاحب نے جس کو تحت القدرت بتایا وہ تو اس کی شان کے لائق ہی نہیں لہٰذا اصل گستاخ تو آپ ٹھہرے۔

---

[1] انتصار الاسلام صفحہ ۱۲ مطبوعہ دیوبند۔

اب ڈاکٹر صاحب کی خود ساختہ تفسیر سے باہر نکل آئیے اس لیے
کہ اُن کے اپنے بزرگ مفتی محمد شفیع دیو بندی لکھتے ہیں :-
"آج جو شخص کسی آیت کی تفسیر معلوم کرنا چاہے اس کے لیے نہایت
سہل اور سلامتی کا راستہ یہ ہے کہ وہ سلف صالحین، صحابہ و تابعین کی
تفاسیر کو اپنے قدوہ بنا کر ان کی اختیار کردہ تفسیر کو قرآن کی مراد
سمجھے اور جو کوئی معنی جمہور صحابہ و تابعین اور اسلاف اُمّت کے خلاف
سمجھ میں آئیں ان کو اپنی غلط فہمی اور قصورِ علم کا نتیجہ سمجھے۔" [1]
چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :-
"آخر زمانے میں ایک سرخ ہوا چلے گی، شام کی طرف سے یہ
اُٹھے گی، اُس وقت قرآن کے ورق سے اور حُفّاظ کے دلوں سے قرآن
سلب ہو جائے گا۔ ایک حرف بھی باقی نہیں رہے گا پھر آپ نے اسی
آیت (یعنی وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْ اَوْحَیْنَا.....الخ)
کی تلاوت کی۔" [2]

معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل کی آیت کریمہ نمبر ۸۶، ۸۷ کا مطلب محض
یہی ہے کہ قریب قیامت یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ اپنی طرف اُٹھا لے گا۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سلب وحی کا یہاں کوئی تصوّر نہیں
اس لیے کہ خدا تعالیٰ کی قدرت و مشیئت چاہنے پر مبنی ہے اور اُس نے
چاہا کیا ہے۔ وہ خود فرماتا ہے۔ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ط یعنی
میری رحمت ہے کہ میں نے وحی کو آپ سے سلب نہیں فرمایا — اور یہ
رحمت مقامِ مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی واضح دلیل ہے کہ وحی

[1] ختمِ نبوّۃ جلد اوّل ص ۲۳ مطبوعہ دیو بند صفحہ ۳۴ مطبوعہ کراچی۔
[2] تفسیر ابن کثیر ج ۳ صفحہ ۶۲ عربی مطبوعہ مصر۔

آپ سے سلب کرنے کی بجائے اس اُمت سے اُٹھالی جائے۔ مگر کم فہموں نے اس آیت کریمہ کو اپنے مقام سے ہٹا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے جفا کاری کا ثبوت دے ڈالا۔

ڈاکٹر صاحب اگر اپنے شمس العلماء مولوی نذیر احمد دہلوی کے صرف ترجمہ پر ہی نظر کر لیتے تو اس آیت کریمہ سے سلب وحی کا استدلال ہرگز نہ کرتے۔ مولوی نذیر احمد کا لفظ بہ لفظ ترجمہ یہ ہے:۔

"اور (اے پیغمبر) اگر ہم چاہیں تو جو (قرآن) ہم نے تمہاری طرف وحی کے ذریعے سے بھیجا ہے اس کو (دُنیا کے پردے سے) اُٹھالے جائیں"۔

دیکھ لیا! آپ کے شمس العلماء نے بھی سلب وحی کی نسبت دُنیا کی طرف کی۔ مگر آپ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور شان دکھلانے کے لیے شانِ رسالت میں گستاخی کو اپنے اُوپر لازم قرار دے ڈالا ہے۔

★ خیر وہ کیا شانِ توحید میں نکھار پیدا کرسکیں گے جن کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے اور وہ تمام افعال قبیحہ پر قدرت رکھتا ہے۔ اس سے متعلق ایک مضمون "ضیاء القاسمی دیوبندی کا پُرفریب چیلنج قبول" کے عنوان سے بندہ انہیں صفحات پر جون ۱۹۹۳ء میں شائع کروا چکا ہے۔ دیوبندی آج تک مہر ملب ہیں۔

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کے مطابق سہل اور سلامتی کے راستے کو اختیار کرتے ہوئے صاحب معالم التنزیل کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل کی ان آیات سے متعلق کہ یہ کس طرح سلب ہوگا، فرماتے ہیں:۔

"قیل المراد محوہ من المصاحف واذھاب ما فی الصدور۔ وقال عبداللہ بن مسعود اقرأ القرآن قبل ان یرفع فانہ لاتقوم الساعۃ حتی یرفع قیل ھذہ المصاحف ترفع فکیف بما فی صدور الناس۔

ترجمہ: (صاحب معالم التنزیل الامام الھمام الحافظ محیی السنۃ ابن محمد الحسین بن مسعود البغوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ) طلب کرنے (یا لے جانے سے) مراد اوراق سے لے جانا ہے اور لوگوں کے سینوں سے (اور اس پر دلیل یہ ہے کہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پڑھو قرآن، اس سے قبل کہ وہ رفع ہو جائے (یعنی اٹھ جائے) کیونکہ قیامت نہیں برپا ہوگی یہاں تک کہ رفع ہو جائے قرآن مصاحف سے۔ جب مصاحف سے رفع ہو جائے گا تو پھر سینوں میں کیسے رہے گا۔" [1]

ڈاکٹر صاحب مزید فرماتے ہیں:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت عالمگیر ہے، ہر خطہ و علاقہ اور ہر شہر و قریہ کو شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ اب ہر ہر قریہ میں علیحدہ علیحدہ نبی آئے۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنایا۔ اب آپ کے بعد کسی نبی کے پیدا ہونے کی ضرورت نہیں۔ لیکن ذرا یہ بھی سوچیے کہ اللہ رب العزت اپنی ان چاہی چیزوں پر قادر ہے یا نہیں؟ جو چیزیں اس کی مشیت میں نہیں ان پر اسے قدرت ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب قرآن کریم میں یہ ملتا ہے:۔

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِیْ کُلِّ قَرْیَۃٍ نَّذِیْرًا ۝ صلے

(پ ۱۹ سورۃ الفرقان آیت ۵۱)

ترجمہ: "اور اگر ہم چاہتے تو ہر ہر بستی میں ایک ایک ڈرانے والا بھیجتے ــــ"۔ [2]

اس آیت کریمہ میں تین لفظ قابل غور ہیں:۔

---

[1] تفسیر معالم التنزیل مطبع یحییٰ صافی ۔ [2] مطالعہ بریلویت ج ۲ ص ۲۶۶۔

① لَوْ (اگر)

② شِئْنَا (چاہنا)

③ نَذِیرًا (ڈرانے والا)

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں :-

"لو قیل ھو لامتناع الشئ لامتناع غیرہ ویضمن معنی الشرط۔ یعنی کہا گیا ہے کہ یہ امتناع الشی لامتناع غیرہ کے لیے آتا ہے (یعنی ایک چیز کا دوسری کے امتناع کے سبب ناممکن ہونا) اور معنی شرط کو مُتَضَمِّن (شامل) ہوتا ہے۔" [۱]

معلوم ہوا کہ لفظ لَوْ شرطیہ ہے اور معنی منفی کے پیدا کرتا ہے اور لفظ شِئْنَا واضح ہے۔ جس سے احسن طور پر روشن ہو گیا کہ نہ تو خدا تعالیٰ نے ایسا چاہا اور نہ کیا۔ قدرت کا تعلق تو چاہنے کو مستلزم ہے (جیسا کہ سابقہ اوراق میں دلائل نقل کئے گئے ہیں) جب اللہ رب العزت اپنے اس چاہنے کی نفی خود فرما رہا ہے تو اس کا اس کی قدرت کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ ہاں قدرت کے ساتھ تعلق تھا اگر وہ ازل سے چاہتا مگر اُس نے نہ چاہا اور اپنے قانون سے ہمیں مطلع فرما دیا اور یہ قدرت کی وہ قسم ہے جو سابقہ سطور میں تیسرے نمبر پر بیان ہوئی ہے یعنی "ہمیں خبر دی کہ میں فلاں چیز کے بنانے کا ارادہ نہیں رکھتا۔" اور ان تین اقسام قدرت کو مولوی محمود الحسن صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے جو تفسیر کبیر سے امام رازی علیہ الرحمۃ کا حوالہ نقل کیا ہے اُس کا بھی مطلب یہی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ازل سے چاہتا تو اس پر قادر تھا کہ وہ ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیجتا مگر اس نے

---

[۱] المفردات جلد ۲ صفحہ ۴۷۴ ؛

ایسا نہ چاہا اور ڈاکٹر صاحب کے خود نقل کردہ الفاظ بھی یہ ہیں:۔

"لفظ اگر بتلا رہا ہے کہ وہ ذاتِ پاک ایسا ہرگز نہ کرے گی۔"

جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت، اُس کا ارادہ اور اُس کا چاہنا، یہ سب ایک ہی مفہوم ادا کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی ان چاہی چیزوں پر بھی قدرت حاصل ہے۔ یعنی اُس نے یہ نہ چاہا کہ دوسرا کوئی اور خاتم النبیین ہو مگر وہ یہ نہ چاہ کر بھی (معاذ اللہ) اپنا قانون بدل کر اُس کے خلاف کر سکتا ہے۔ اور کوئی دوسرا خاتم النبیینؐ پیدا فرما کر ان اللہ لا یخلف المیعاد اور لا تبدیل لکلمت اللہ کے خلاف کر سکتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں قدرتِ خداوندی کی راہ سے دوسرے خاتم النبیینؐ کا عقیدہ ثابت ہو رہا ہے۔ اسی کو عقیدۂ امکانِ نظیر کہا جاتا ہے اور تمام علمائے دیوبند اس کے قائل ہیں۔ اور یہیں سے علمائے دیوبند یہ استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ یعنی کذب تحت قدرتِ باری تعالیٰ ہے (فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ)

اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا محال ہے تو اس محال کی طرف پہنچانے والا کوئی امر کیونکر محال نہ ہوگا یہ تو جمع الضدین ہے کہ

(الف) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا محال ہے۔

(ب) البتہ یہ بات تحتِ قدرت ہے کہ وہ ہر بستی میں ایک ایک نبی بھیج دے۔

یہ الف، ب ایک ہی جملہ ہے اور اس ایک جملے میں سخت تضاد واقع ہو رہا ہے پہلے حصہ میں یہ عقیدہ پایا جاتا ہے۔

(۱) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا محال یعنی ناممکن ہے۔ (اور دوسرے حصے میں یہ عقیدہ پایا جاتا ہے۔)

(۱۱) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا ممکن ہے (تحتِ قدرت کا یہی معنیٰ ہے)

جملے کا دوسرا حصہ مان لینے سے پہلے حصّہ کی خود بخود نفی ہو جاتی ہے اور ختمِ نبوت کا انکار ضرور لازم آتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب محال پر بھی قدرتِ خداوندی کا اطلاق کرتے ہیں یعنی "حضور کی نظیر محال ہے" لکھ کر بھی اسے تحتِ قدرت بتلاتے ہیں۔

ایک استفسار ڈاکٹر صاحب نے جو دو آیاتِ کریمہ سے استدلال کیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ اب بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف بھیجی گئی وحی سلب کر لے۔ یہ امکانِ سلبِ وحی کا عقیدہ ہوا۔ یا یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتا۔ یہ بقول علامہ صاحب امکانِ نظیر کا عقیدہ ہوا کہ وہ اب بھی، آج بھی اور آئندہ بھی کوئی نبی بھیجنے پر قادر ہے۔ یعنی بھیج سکتا ہے بھیجا نہیں ــــــــ

ڈاکٹر صاحب کا کہنا یہ بھی ہے کہ اُن چاہی چیزوں کو بھی اور جو اُس کی مشیئت وارادے میں نہیں اُن پر بھی وہ قادر ہے۔ اب ڈاکٹر صاحب قرآن کریم کی یہ آیتِ مقدسہ ملاحظہ فرمائیں اور پھر جواب مرحمت فرمائیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"وَلَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ" (زمر ب ۲۳)

ترجمہ:۔ اگر خدا کسی کو اپنی فرزندی میں لینا چاہتا تو اپنی مخلوقات میں سے جس کو چاہتا پسند کرتا۔" (مولوی نذیر احمد خان)

بتائیے اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا ہونا ممکن ہے یا محال؟

بتائیے کیا اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ مخلوق میں سے کسی کو پسند کر کے

اپنا بیٹا بنا لے ؟

بتائیے جب اللہ تعالیٰ نے نہیں چاہا کہ وہ کسی کو اپنی فرزندی میں لے تو کیا اب وہ مخلوق میں سے کسی کو اپنا بیٹا بنانے پر قادر ہے ؟

آپ کا جواب تو آپ کے قاعدے اور قانون کے مطابق یہ ہونا چاہیئے کہ :۔

اگر اُس نے نہیں بھی چاہا تب بھی وہ مخلوق میں سے کسی کو اپنا بیٹا بنانے پر قادر ہے ۔جب قادر ہے تو اس قدرت کا تعلق ممکن سے ہے یعنی آپ کا عقیدہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہو سکتا ہے ۔یہاں امکانِ نظیرِ مصطفےٰ کی طرح امکان ابن اللہ کا عقیدہ نکل آیا۔ اُس کی مشیت میں بقول آپ کے اگر نہیں بھی اور اس نے نہیں بھی چاہا تب بھی اُس کا بیٹا ہو سکتا ہے ۔یہاں آپ نے لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ کا انکار کر دیا۔ نہ صرف انکار بلکہ اللہ تعالیٰ کو بھی (معاذ اللہ) کاذب ٹھہرایا۔

پہلی صورت :۔ اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنانا اُس کی مشیّت میں ہے (مشیت میں ہے تو پھر بنانا لازم لہٰذا قائل دائرہ ایمان سے خارج)

دوسری صورت :۔ اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنانا اُس کی مشیّت میں نہیں مگر بنا سکتا ہے (لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ کا انکار ہو گیا لہٰذا قائل دائرہ ایمان سے خارج)

آپ نے سورۂ بنی اسرائیل آیت ۸۷ اور سورۂ الفرقان آیت ۵۱ سے جو استدلال کیا ہے وہ اسی لیے کیا ہے کہ ان کو بھی تحتِ قدرت مانا جائے۔ ذرا اپنے جملے ملاحظہ فرمائیے جو آپ نے خود ہی ترجمہ کیے ہیں :۔

(۱) اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر آپ پر وحی بھیجی ہے سب واپس لے لیں ۔ (سلبِ وحی تحتِ قدرت)

(۱۱) اور اگر ہم چاہتے تو ہر ہر بستی میں ایک ایک ڈرانے والا بھیجتے (نئے نبی کا آنا تحت قدرت)

اب اس احقر کی طرف سے پیش کردہ اس آیتِ کریمہ کے بارے میں کیا خیال ہے :۔

(۱۲) اگر خدا کسی کو اپنی فرزندی میں لینا چاہتا تو اپنی مخلوقات میں سے جس کو چاہتا پسند کرتا (بیٹا ـــ تحتِ قدرت)

یہ آپ کا عقیدہ ہوا یا نہ ؟ اگر آپ تحتِ قدرت نہیں مانیں گے تو اپنے قول کے مطابق قدرتِ خداوندی کو چیلنج کرنے والے ہوئے! اس کے بارے میں آپ خود فرماتے ہیں :۔

"قدرتِ خداوندی کو چیلنج کرنا اگر کفر نہیں تو کون سا ایمان ہے۔"[1]

اور اگر تحت قدرت مانتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہونا ممکنات سے ہوا جس کا ظہور و وجود کسی نہ کسی زمانے میں ہونا ضرور ہے، یوں بھی دائرۂ ایمان سے خارج ـــ لہٰذا ؎

دوگونہ رنج و عذاب است جانِ مجنوں را
بلائے صحبتِ لیلیٰ و فرقتِ لیلیٰ

طرفہ تماشا ڈاکٹر صاحب نے امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ پر الزام تراشی کرتے ہوئے عنوان دیا ہے۔

"اللہ تعالیٰ کی قدرت کو کھلا چیلنج"

اور خود فتویٰ بھی دیا ہے کہ "یہ کفر نہیں تو کون سا ایمان ہے"۔
گویا ڈاکٹر صاحب اعلیٰ حضرت کی تکفیر کے قائل ہیں (معاذ اللہ)

---

[1] مطالعۂ بریلویت ج دوم صفحہ ۲۶۶

جبکہ یہی خود ساختہ علامہ صاحب لکھتے ہیں :۔

"ہم اس مفتری (امام احمد رضا بریلوی) کو کافر نہیں کہتے"۔[1]

"تقدیس الوکیل" مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی وہ معرکۃ الآرا کتاب ہے جس پر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ اور دیگر علمائے حرمین شریفین اور علمائے ہند کی بھی تصدیقات ہیں۔ اس میں مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :۔

"علامۃ العلماء قطب الاولیاء امام توریشتی نے اپنی کتاب "معتمد فی المعتقد" میں قائل امکان مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکفیر کی ہے۔"[2]

معلوم ہوا کہ دیوبندی جن کو اپنا اکابر تسلیم کرتے ہیں وہ نظیرِ مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائل کو کافر کہتے ہیں۔

علامہ فضلِ حق خیرآبادی کا ردِّ امکانِ نظیر

مجاہدِ آزادی، امام حکمت وکلام علامہ محمد فضل حق خیرآبادی قدس سرہٗ العزیز نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب "تحقیق الفتویٰ" میں عقیدۂ امکانِ نظیرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بھرپور ردّ فرمایا ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی نے فرمایا ہے۔ امکانِ نظیر کا مطلب بیان کرتے ہوئے

---

[1] مطالعۂ بریلویت جلد اوّل صفحہ ۲۷۸ مطبوعہ لاہور۔

[2] تقدیس الوکیل مطبوعہ قصور طبع ۱۳۱۴ھ

امامِ حکمت فرماتے ہیں :-

"قائل کی مراد وہ فرد ہے جو اس ذاتِ اقدس کے ساتھ ماہیت (یعنی حقیقت واصل) اور ان تمام اوصافِ کاملہ میں شریک ہو جو اس ذاتِ قدسی صفات، سرورِ کائنات، مفخرِ ممکنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں موجود ہیں۔" ۱

امتناعِ نظیر (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل اور نظیر نہ ہونے) سے متعلق آپ فرماتے ہیں :-

"اس (امکانِ نظیر کے) قائل کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ حضور سید کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام کمالات میں برابر کروڑوں اشخاص کے تکوین (یعنی پیدا ہونے) کا تعلق صحیح ہے۔

جو شخص اردو زبان سے تھوڑی سی واقفیت رکھتا ہے، اس عبارت سے اس معنی کے متبادر (فوراً کسی معنی کی طرف انتقالِ ذہن) ہونے میں شک نہیں کرے گا۔ حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات سے تمام اوصاف وکمالات میں برابری رکھنے والے ایک شخص سے بھی تکوین کے تعلق کا صحیح ہونا باطل ہے کیونکہ ایسا ایک شخص بھی موجود ہو تو نصِ قرآنی کا کذب لازم آئے گا اور اللہ تعالیٰ کا کذب محال بالذات ہے اور جسے محال بالذات لازم ہو اس سے تکوین کا تعلق صحیح نہیں ہوتا (منطقی انداز میں) اس قیاس (اقترانی حملی) کی ترتیب یوں ہوگی :

(۱) کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کا موجود ہونا محال بالذات کو مستلزم ہے۔

(۲) اور جو محال بالذات کو مستلزم ہو اس سے تکوین کا تعلق

---

۱ تحقیق الفتویٰ صفحہ ۱۵۲

صحیح نہیں ہے یا (بصورتِ قیاس استثنائی اتصالی) کہا جائے۔
اگر کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر سے تکوین کا تعلق صحیح ہوتا تو اللہ تعالیٰ کا کذب بھی صحیح ہوتا لیکن تالی (اللہ تعالیٰ کا کذب) باطل ہے لہذا مقدم (کمالات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر سے تکوین کے تعلق کا صحیح ہونا) بھی باطل ہوگا۔
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کا موجود ہونا کذبِ الٰہی کو مستلزم ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر نبی کے سوا اور کوئی شخص نہیں ہو سکتا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد (نئے) نبی کے موجود ہونے سے نصِ قرآنی کا کذب لازم آتا ہے اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم جمیع انبیاء ہونا نصِ قرآنی سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین لہذا اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کا تکوین کے تحت داخل ہونا صحیح ہو تو اس نصِ صریح کا کذب صحیح ہو جائے گا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ من ذالک۔" [1]

علامہ محمد فضل خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ منطقی انداز سے عقیدۂ نظیرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رد فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:-

صغریٰ کا بیان دو طریقے سے ہے

طریق اوّل :- یہ قضیہ سالبہ کلیہ دائمہ صادق ہے۔ کسی وقت کوئی ممکن ذاتی کمالات میں سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مساوی نہیں ہے (یہ اصل قضیہ ہے)

---

[1] تحقیق الفتویٰ صفحہ ۱۵۵، ۱۵۶؛

لہذا اس کا عکس ضرور صادق آئے گا۔
اوصاف وکمالات میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی مساوی کسی وقت ممکن ذاتی نہیں ہے (یہ عکس ہے) اصل قضیہ کے صدق کا بیان یہ ہے کہ اگر ہمارا یہ قول :۔
"کسی وقت کوئی ممکن ذات، کمالات میں سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مساوی نہیں ہے۔"
صادق نہ ہو تو اس کی نقیض ضرور صادق ہوگی کیونکہ ارتفاع نقیضین محال ہے اور اس کی نقیض موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ ہے اور وہ یہ ہے :۔
"بعض ممکن ذاتی، سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بالفعل تین زمانوں (ماضی مستقبل حال) میں سے ایک زمانے میں مساوی ہیں۔"
اور یہ مطلقہ عامہ موجبہ جزئیہ ہر مسلمان کے نزدیک باطل ہے (لہذا اصل صادق ہوا) اور جب اصل صادق ہوا تو اس کا عکس یقیناً صادق ہوگا۔ لہذا ثابت ہوا کہ کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مساوی، ممکن ذاتی نہیں ہے۔ اب دو ہی صورتیں ہیں کہ وہ مساوی واجب بالذات ہو۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ یا ممتنع بالذات ہو۔ پہلی صورت بالبداہتہ باطل ہے۔ لہذا متعین ہوگیا کہ وہ مساوی ممتنع بالذات ہے اور یہی ہمارا مطلوب ہے۔
طریق ثانی :۔ یہ کہنا کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کا وجود ممکن ہے، اجتماع نقیضین کے امکان کو تسلیم کرنا ہے اور وہ تو باطل ہے (لہذا اس مساوی کا امکان بھی باطل ہے)" (تحقیق الفتویٰ صفحہ ۱۶۴، ۱۶۵)

نوٹ :۔ اجتماعِ نقیضین کا مطلب ہے کہ دو مخالف چیزوں کا ایک جگہ جمع ہونا۔ مثلاً دن اور رات کا جمع ہونا، اجتماعِ نقیضین ہے ۔نظیرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تحتِ قدرت کہنا اجتماعِ نقیضین کے امکان کو تسلیم کرنا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ وہ نظیر یعنی وہ شخص یا خاتم الانبیاء ہوگا یا خاتم الانبیاء نہیں ہوگا۔ دونوں صورتوں میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر نہیں ہوگا۔ پہلی صورت میں وہ (معاذ اللہ) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ جائے گا کیونکہ لامحالہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء کے زمرے میں داخل ہوں گے جن کا وہ خاتم ہوگا۔ اس طرح وہ درجہ میں بلند ہوگیا۔ دوسری صورت میں وہ خاتم الانبیاء نہیں ہے تو چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں لہٰذا وہ مرتبہ میں کم ہوگیا اور نظیر نہ رہا۔ دونوں صورتوں میں مساوات فرض کرنے کے باوجود اس کا مساوی نہ ہونا لازم آیا۔ ثابت ہوا کہ جمیع کمالات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر شخص کا موجود ہونا اس امر کو مستلزم ہے کہ وہ شخص تمام کمالات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر نہ ہو۔ لہٰذا واضح ہوگیا کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر شخص کا قول کرنا یا اس برابر کا قدرتِ خداوندی سے تعلق جوڑنا اجتماعِ نقیضین کے امکان کا قول کرنا ہے اور وہ تو محال بالذات ہے۔ پس نظیرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محال بالذات ہے۔ جب محال بالذات ہوا تو اس کا قدرتِ خداوندی سے بھی کوئی تعلق نہ رہا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تعلق ممکنات سے ہے محالات سے نہیں۔ اسی طرح تمام کمالات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر شخص کا وجود اس کے عدم کو مستلزم ہے اور جس کا وجود اس کے عدم کو مستلزم ہو وہ محال بالذات ہے۔ (ملخصاً)

تحقیق الفتویٰ صفحہ ۱۶۶)

امکانِ نظیر کے ہر شبہے کا جواب علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ نے بھرپور طریقے سے دیا ہے لہٰذا مزید تفصیل جاننے کے شائقین ان کی کتاب "تحقیق الفتویٰ" اور "امتناع النظیر" سے رجوع فرمائیں۔

ممکنہ حد تک تو ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب کو مسئلہ سمجھا دیا گیا ہے مگر جس کا کام ہی شانِ خداوندی اور شانِ رسالت کی گستاخی، بے باکی اور دریدہ دہنی ہو وہ بھلا کس طرح اسے قبولیت کا درجہ عطا کرے گا۔ لہٰذا انہیں مفت مشورہ یہ ہے کہ وہ قلم سے صفحۂ قرطاس پر گستاخیوں اور دریدہ دہنیوں کا کانٹے بکھیرنے کی بجائے اُسے ازار بند ڈالنے کا کام لیا کریں تاکہ قلم کی حرمت سلامت رہ جائے۔

(۱۳) جوڑ توڑ اور فریب کاری کا نقطۂ عروج

چونکہ ڈاکٹر صاحب نے جھوٹ اور فریب کو مرکز مان کر "مطالعہ بریلویت" ترتیب دی ہے اس لیے وہ ہر طرف سے گھوم پھر کر واپس اپنے محور کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ جی تو چاہتا ہے کہ سطر سطر کا پول کھولا جائے مگر یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ جو کچھ بطور نمونہ پیش کیا گیا حق و باطل میں امتیاز کے لیے کافی ہے اور نہ ماننے والوں کے لیے دفتر بیکار ہیں۔ ہمارا کام منوانا نہیں محض حق کو ظاہر کر دینا ہے۔ ہم رُوسیاہ ہیں، گناہگار ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول محمد عربی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اُمتی ہیں اور فقط اُنہیں کی اطاعت کرنے والے ہیں۔ وہی ہمارا مرکز و محور ہیں اور اُنہیں

کی شفاعت کے اُمیدوار ہیں۔ لہٰذا آیت فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰٓی اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا۔[1] پڑھ کر دل کو تسلی دے لیتے ہیں۔ ہماری سچائیوں کو کوئی مانے یا نہ مانے، اُس کا اپنا ایمان۔ ہم نے وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ پر عمل کرنا ہے۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

بہرحال جب دماغ میں خناس گھس جائے تو دل کی گلیاں تاریک ہو جاتی ہیں، نیت میں فتور آجاتا ہے اور قلم ایسی گستاخیوں پر اُتر آتا ہے کہ کسی مقدس ہستی کی حرمت بچنے نہیں پاتی۔ اُسی گستاخ قلم سے جناب ڈاکٹر صاحب "فیضِ صحبت سے نبی بننے کا تصور" کا عنوان دے کر فرماتے ہیں:۔

"مولانا احمد رضا خاں ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

"قریب تھا کہ یہ ساری کی ساری اُمّت نبی ہو جائے۔"

جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد

وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(فتاویٰ افریقہ صفحہ ۱۳۲)

اعلیٰ حضرت نے یہ نہ سوچا کہ اگر ساری کی ساری اُمّت نبی ہو جائے تو ان نبیوں کے لیے پھر آخر اُمّتیں کہاں سے آئیں گی، اگر نبی ہی نبی دُنیا میں ہوں اور اُمّت کوئی نہ ہو تو پھر اس عنصری دنیا اور فرشتوں کی دُنیا میں کیا فرق رہے گا۔ افسوس کہ خان صاحب نے کچھ نہ سوچا اور حضور کے فیضِ صحبت سے ملنے کا ایہام پیدا کر دیا۔ مرزا غلام احمد نے بھی تو اپنی نبوت کی اساس اسی پر کھڑی کی تھی"۔[2]

---

[1] الکہف: ۶ [2] مطالعۂ بریلویت ج ۲ صفحہ ۳۱۳ ؎

ڈاکٹر صاحب! آپ بھول رہے ہیں۔ مرزا غلام احمد نے اپنی نبوت کی اساس "تحذیر الناس" پر کھڑی کی تھی جس کے مصنف مولوی محمد قاسم نانوتوی بانیٔ مدرسہ دیوبند ہیں۔ آپ نے بغیر ثبوت کے بات کی ہے اور میں ٹھوس دلائل پیش کر سکتا ہوں۔ خود مرزا نے اپنی کتب میں لکھا ہے کہ خاتم النبیین کا جو معنیٰ نانوتوی صاحب نے کیا ہے، ہم اُسی کو تسلیم کرتے ہیں اور اس عقیدہ میں نانوتوی صاحب ہمارے امام ہیں۔ حوالے ضرورت ہوں تو پیش کئے جا سکتے ہیں۔

جس جوڑ توڑ اور فریب کاری کا ثبوت آپ نے امام احمد رضا کے اس حوالہ میں دیا ہے یہ شاید فریب کاری اور آپ کی دھوکہ بازیوں کا نقطۂ عروج ہے اور دجل و تلبیس کی دنیا میں اس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔ جب دل و دماغ اور نوکِ قلم پر شیطنت کا مکمل پہرہ ہو تو پھر ایسی ہی وارداتیں سرزد ہوتی ہیں۔ ان فریب کاریوں کی خلش اہلِ ایمان کو مدتوں محسوس ہوتی رہے گی۔

دیکھئے امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے "فتاویٰ افریقہ" میں آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک حدیث پاک درج کی۔ ملاحظہ فرمائیے۔

امام احمد وابن ماجہ وابو داؤد طیالسی وابو یعلی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

انه لم يكن نبي الا له دعوة قد تنجزها في الدنيا واني قد اختبأت دعوتي شفاعة لامتي وانا سيد ولد آدم يوم القيمة ولا فخر وانا اول من تنشق عنه الارض ولا فخر وبيدي لواء الحمد

ولا فخر آدم فمن دونه تحت لوائی ولا فخر (ثم ساق حدیث الشفاعة الی ان قال) فاذا اراد الله ان یصدع بین خلقه نادی منادا این احمد وامتہ فنحن الاٰخرون الاولون نحن اٰخر الامم واول من یحاسب فتفرج لنا الامم عن طریقنا فنمضی غرا محجلین من اثر الطھور فیقول الامم کادت ھذہ الامة ان تکون انبیاء کلھا الحدیث یعنی ہر نبی کے واسطے ایک دُعا تھی کہ وہ دُنیا میں کر چکا اور میں نے اپنی دُعا روزِ قیامت کے لیے چھپا رکھی ہے وہ شفاعت ہے میری اُمّت کے واسطے اور میں قیامت میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور کچھ فخر مقصود نہیں اور اوّل میں مرقد اطہر سے اُٹھوں گا اور کچھ فخر مقصود نہیں اور میرے ہی ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا اور کچھ افتخار نہیں۔ آدم اور ان کے بعد جتنے ہیں سب میرے زیرِ لواء ہوں گے اور کچھ تفاخر نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ خلق میں فیصلہ کرنا چاہے گا۔ ایک منادی پکارے گا کہاں ہیں احمد اور ان کی اُمّت۔ تو ہمیں آخر ہیں اور ہمیں اوّل ہیں۔ ہم سب اُمتوں سے زمانے میں پیچھے اور حساب میں پہلے۔ تمام اُمتیں ہمارے لیے راستہ دیں گی، ہم چلیں گے، اثرِ وضو سے درخشندہ رُخ و تابندہ اعضاء، سب اُمتیں کہیں گی قریب تھا کہ یہ اُمّت تو ساری کی ساری انبیاء ہو جائے۔ؔ

جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم[1]

---

[1] فتاوٰی افریقہ صفحہ ۱۳۲

نوٹ:- فتاوی افریقہ صفحہ ۱۳۲ کا فوٹو سٹیٹ بھی مضمون کے آخر میں دیا جا رہا ہے ملاحظہ فرما لیجئے۔ پہلی بات یہ کہ ڈاکٹر صاحب نے جو عبارت کا ایک ٹکڑا لیا ہے وہ دراصل پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارک ہے۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب کا نشانہ درحقیقت عظمتِ مصطفےٰ ہے اس لیے امام احمد رضا کی تو محض آڑ ہے۔ یعنی کہوں بیٹی کو اور سناؤں بہو کو۔ بلا تشبیہ ڈاکٹر صاحب کے گستاخ قلم کا رُخ درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ پاک کی طرف ہے۔ اس لیے ڈاکٹر صاحب نے اپنے اس محبوب مشغلہ کا دل کھول کر مظاہرہ کیا ہے۔

بہر کیف یہ حدیث پاک کے الفاظ ہیں اور سند ساتھ موجود ہے۔

دوسری بات یہ کہ یہ بات روزِ محشر کی ہے اس موجودہ دُنیا کی نہیں جبکہ ڈاکٹر صاحب اپنی ملتِ دیوبند کو یہ احساس دلا رہے ہیں کہ اگر اتنے نبی ہو جائے تو پھر اس عنصری دُنیا اور فرشتوں کی دُنیا میں کچھ فرق نہ آئے گا اور یہ کہ اتنی اُمتیں پھر کہاں سے آئیں گی۔ دیکھا! دماغ میں گھسے ہوئے خناس کا تماشہ، کیسے کھیل کھلاتا ہے۔

تیسری بات یہ کہ "فیضِ صحبت سے نبی بننے کے تصوّر" کی بات اس حدیثِ پاک میں کہیں بھی نہیں۔ چونکہ "فیضِ صحبت سے نبی بننے کے تصوّر" کا عقیدہ کفر ہے اس لیے یہ بات جب جوڑ توڑ کی عنایت سے ڈاکٹر صاحب نے حدیث سے نکال لی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ یہ عقیدہ حضور کا بتا رہے ہیں اور ایسا عقیدہ حضور کی طرف نسبت کرنا کھُلا کُفر ہے۔ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ۔

چوتھی بات یہ کہ "قریب تھا کہ یہ اُمّت تو ساری کی ساری انبیاء ہو جائے" یہ بات احمد رضا نہیں کہہ رہے بلکہ میدانِ حشر میں دیگر

اُمتیں اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اثرِ وضو سے درخشندہ و تابندہ اعضاء کو دیکھ کر کہیں گی۔ بات اگلی دُنیا کی تھی، ڈاکٹر صاحب نے اِس دُنیا کی بنادی، کہنے والی سابقہ اُمتیں ہیں، ڈاکٹر صاحب نے امام احمد رضا کے ذمّہ لگادی۔ بتائیے دشمنی احمد رضا سے ہوئی یا اللہ اور اُس کے رسول سے ہوئی۔ بس خوفِ خدا سے بے پرواہ ہو کر قرآن وحدیث کو بگاڑتے چلے آرہے ہیں، بے ادبی، بے حرمتی، گستاخی، تضحیک کی جا رہی ہے مگر کچھ شرم نہیں۔

ع بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن

ڈاکٹر صاحب نے جو آخر میں فرمایا ہے کہ "مرزا غلام احمد نے بھی تو اپنی نبوت کی اساس اسی پر کھڑی کی تھی"، چونکہ ڈاکٹر صاحب جس اساس پر مرزا کی نبوت کھڑی کر رہے ہیں وہ تو حدیث پاک میں موجود ہی نہیں یعنی "فیضِ صحبت سے نبی بننے کا تصور"۔ اس لیے جھوٹے پر ہزار ہزار لعنت۔ اور معاذ اللہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ اگر ڈاکٹر صاحب سچے ہیں تو پھر یہ حدیثِ پاک کے الفاظ ہوئے جس پر مرزا غلام احمد نے نبوت کی بنیاد رکھی اس لحاظ سے پھر ڈاکٹر صاحب کے عقیدے کے مطابق مرزا سچا ٹھہرا۔ اور یہ بھی کفر۔ اگر ڈاکٹر صاحب زور دیتے ہیں کہ میری بات سچی ہے تو مرزا غلط نہیں ہو سکتا کہ اُس نے حدیث پر عمل کیا ہے، یہ بھی کفر ہے۔ اور اگر حدیث کو دیکھا جائے تو ڈاکٹر صاحب غلط کہ حدیث میں کہیں بھی یہ الفاظ نہیں اور نہ ایسا عقیدہ بیان کیا گیا ہے، یہ ڈاکٹر صاحب کا براہِ راست ذاتِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر بہتان ہوا۔ اور یہ بھی کفر ہے۔

مجنون ہے گرفتارِ بلا دونوں طرح سے
وہ صحبتِ لیلیٰ ہو کہ ہو فرقتِ لیلیٰ

بتلائیے کہ حوالہ لیتے وقت کیا ڈاکٹر صاحب کی پورے صفحے پر نظر نہیں تھی؟ کیا اُنہیں حدیث پاک کے الفاظ معہ سند دکھائی نہیں دے رہے تھے؟ مگر ڈاکٹر صاحب چونکہ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوبِھِمْ وَعَلٰی سَمْعِھِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِھِمْ کا عملی نمونہ بن چکے تھے اس لیے سب کچھ سامنے ہوتے ہوئے بھی انہیں کچھ نظر نہیں آسکا۔ جس شخص کی ہمدردیاں ولید بن مغیرہ کے ساتھ ہوں وہ امام احمد رضا سے عداوت و دشمنی نہیں تو کیا دوستی رکھے گا؟

منشیات کا دھندہ کرنے والوں میں ایسے ظالم، بے ایمان اور شقی القلب بھی ہیں جو قرآن و حدیث کے صفحات کاٹ کر اندر سے خالی کر کے چرس، افیم اور ہیروئن وغیرہ بھر لیتے ہیں۔ کئی ایسے لوگ پکڑے جاچکے ہیں اور ان کا ذکر اخبارات میں آچکا ہے۔ یعنی تقدس و پاکیزگی کی آڑ میں مکروہ کاروبار کرتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب بھی علامہ کہلاتے ہیں، قرآن و حدیث کے عالم فاضل بنتے ہیں مگر جو مکروہ رویہ انہوں نے قرآن و حدیث کی آڑ میں اپنایا ہے یہ سب ان کی علمی و دینی شخصیت کا بھانڈا پھوڑنے کے لیے کافی ہے۔ جب ٹھوس دلائل سے صفحے کے صفحے بھر دیئے ہیں اور ساتھ اصل کتب کے فوٹو سٹیٹ بھی دے دیئے ہیں تو اب میری عبارت پڑھ کر ناک بھوں چڑھانے والے بھی اپنے انجام پر ایک نظر ضرور کر لیں۔ "مطالعۂ بریلویت" کو سینے سے لگا کر رکھنے والو! توبہ کر لو۔ ابھی وقت ہے ——

ع پھر نہ مانیں گے قیامت کو اگر مان گیا

●

⑭ اکابرینِ دیوبند کے باغی

ڈاکٹر صاحب "مطالعۂ بریلویت" جلد دوم کے آخری صفحات میں عوام الناس کو اہل سنت و جماعت سے کیوں متنفر کرتے ہیں کہ بریلوی مکہ کی باجماعت نمازوں اور مسجد الحرام کی نمازِ جمعہ سے محروم واپس لوٹتے ہیں اور لکھتے ہیں :-

"یہ برطانوی استبداد کا کڑوا پھل ہے جو قوم کو چکھنا پڑا اور دیکھتے دیکھتے بریلوی مذہب مکہ و مدینہ کی ان گستاخیوں سے ترتیب پاگیا ۔۔۔۔۔۔" [1]

جواباً عرض ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ مقدس مقامات ہیں، اُن کی بے حرمتی کرنے والا ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتا۔ رہا معاملہ وہاں کے رہنے والوں کا، جو اس وقت سعودی خاندان کے افراد وغیرہ ہیں، تو ان سے کسی مسئلے میں اختلاف کرنے سے کسی بنیادی عقیدے پر زد نہیں پڑتی اور نہ اسلام ہی ہاتھ سے جاتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب! جب دار العلوم دیوبند کے معتبر عالم اور آپ کے فخر المحدثین مولوی خلیل احمد انبیٹھوی سہارنپوری نے "المہند" لکھ کر نجدیوں کو خارجی قرار دیا اور دیگر علمائے دیوبند یعنی آپ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی، شیخ الہند مولوی محمود الحسن، شیخ الاسلام مولوی حسین احمد مصنف شہاب ثاقب، شیخ الحدیث

---

[1] مطالعۂ بریلویت ج ۲ صفحہ ۳۹۵ ؏

مولوی انور شاہ کشمیری (فیض الباری)، مفتی کفایت اللہ سہارنپوری، عاشق الٰہی میرٹھی، قاری محمد طیب، مفتی محمد شفیع دیوبندی، مفتی ظفر احمد عثمانی، مولوی عبد الحق اکوڑہ خٹک، مفتی جمیل احمد تھانوی (بقیدِ حیات) لاہور، سید حامد میاں لاہور، مولوی عبد الستار تونسوی، محمد سرفراز گکھڑوی اور قاضی عبد اللطیف جہلمی وغیرہ بیشمار علمائے دیوبند نے "المہند" کی بھرپور تصدیق فرمادی، تو اب جو دیوبندی وہاں جاکر اُن کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں تو یہ اپنے اکابرین کے باغی ہوئے۔ کیونکہ خود دیوبند کے نامور علماء جو کہ دیوبندیت کے ستون ہیں اور جن کے دم خم سے یہ عمارت قائم ہے اگر وہی کہتے ہیں کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا گروہ خارجیوں کا گروہ تھا (خارجیوں کے متعلق مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ خارجی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کافر کہتے ہیں (فتاوٰی رشیدیہ)

محمد بن عبدالوہاب نجدی فاسق و فاجر، ظالم و خونخوار اور باغی و سرکش تھا، محمد بن عبدالوہاب نجدی نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر حملہ کیا، ہزاروں مسلمانوں کو تہہ تیغ کیا، اُن کے قتل کو (قرآنی آیات سے بغاوت کرتے ہوئے) مباح سمجھا، اُن کے اموال کو خوب لوٹا اور حلال جانا اور علمائے دیوبند نے مزید لکھا کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی اپنے سوا کسی کو مسلمان نہیں سمجھتا تھا جو اُس کے عقیدے کا نہ ہو، اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے رہنے والوں کو کافر و مشرک قرار دیتا تھا (کفر کا حکم ایک طرف ضرور لوٹتا ہے۔ حدیث)

اور لکھا کہ یہ وہابی کہتے ہیں کہ بعد از وفات سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے کہ ہم اسے کتے کو دفع کر سکتے ہیں اور سرورِ کائنات سے اب یہ بھی

نہیں کر سکتے۔ نقل کفر کفر نباشد (شہاب ثاقب)۔

آپ لوگ اپنے اکابرین سے باغی ہو کر ایسے لوگوں کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہیں تو سو بار پڑھیں۔ اختلافات کی یہ عبارات "المہند" اور "شہاب ثاقب" میں موجود ہیں یا نہیں۔ اور زندہ و مُردہ معتبر مذکورہ علمائے دیوبند کی تصدیق بھی "المہند" پر ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو آپ کیا فرماتے ہیں ڈاکٹر صاحب کہ علمائے دیوبند کا یہ اختلاف برطانیہ میں رہنے والے کسی انگریز سے تھا یا عرب شریف کے رہنے والے ایک عربی سے، جب آپ کے علمائے دیوبند عرب شریف کے رہنے والوں سے اختلاف کر کے آپ کے نزدیک سچے پکے مسلمان کے مسلمان ہیں تو بریلویوں کا اختلاف انہیں کیونکر اسلام سے خارج کر دے گا۔ اور شہاب ثاقب میں مولوی حسین احمد ٹانڈوی المعروف مدنی صاحب نے وہابیہ کی طرف کفریہ عقیدہ جو منسوب کیا ہے یعنی بعد از وفات سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اپنی لاٹھی کو زیادہ نفع مند ہونے کا وہابیہ عقیدہ درج کرنے سے پہلے دو بارہ معاذ اللہ معاذ اللہ اور نقل کفر کفر نباشد تحریر کیا ہے۔ اگر یہ کفریہ عقیدہ نہ ہوتا تو نقل کفر کفر نباشد کیوں لکھتے۔ اور اگر کچھ لوگ محمد بن عبدالوہاب نجدی کو اپنا مقتداء و پیشوا قرار دیں تو وہ یہ بتائیں کہ جب محمد بن عبدالوہاب نجدی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوا تو وہاں وہ کس کو تہہ تیغ کرتا رہا۔ اور یہ تو اس کے ماننے والے بھی اقرار کرتے ہیں کہ اُس نے ہزاروں باشندگانِ مکہ و مدینہ کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اگر وہ کفار تھے تو اس علاقہ پر ان کا قبضہ ثابت ہوا اور اگر مسلمان تھے تو محمد بن عبدالوہاب نجدی اُنہیں قتل کر کے قرآنی آیت وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا

فِيهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَاَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ○ [1] کی سزا کا مستحق ٹھہرا۔ چہ جائیکہ اُسے مقتدا و پیشوا مانا جائے۔

ڈاکٹر صاحب! آپ دونوں طرح سے گئے، نہ مسجد کے رہے نہ مے خانے کے ۔۔ یہ تو آپ کا انتہائی منافقانہ رویہ ہے کہ ایک طرف نجدیوں سے اتنا شدید اختلاف اور دوسری طرف بہ خاطرِ مال و ریال پکا گٹھ جوڑ۔

دیوبندی شیخ الاسلام مدنی صاحب نے شہابِ ثاقب میں نجدیوں کے رد میں چھبیس صفحے سیاہ کر دیئے ہیں اور جی بھر کر انہیں بُرا بھلا کہا ہے، وہابیہ خبیثیہ لکھ لکھ کر قلم کی نوک گھسا دی ہے، "المہند" میں اُسے خارجیوں کا گروہ کہا گیا مگر اِدھر اُن شیخ الاسلاموں وغیرہ کے متبعین آج اُسی نجدی اور اُس کے پیروکاروں کے گیت گاتے پھرتے ہیں۔

مولوی ضیاء الرحمٰن فاروقی سرپرست سپاہِ صحابہ موجودہ سعودی عرب کے مذہبی لٹریچر اور نصابِ تعلیم سے متعلق لکھتے ہیں:۔

"شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب آج عرب کے ماتھے کا جھومر اور گمراہی کی تاریک راہوں میں تعلیم و تربیت کا ستارہ ہے، ان کی کتابیں سعودی عرب کے نصابِ تعلیم کی زینت ہیں۔" [2]

سعودی عرب کے رہنے والے تمام لوگ نجدی ہرگز نہیں۔ اُن میں

---

[1] (ترجمہ) جس کسی نے قتل کیا مسلمان کو جان بوجھ کر تو اس کی سزا جہنم ہے، پڑا رہے اس میں، اللہ کا اس پر غضب ہوا اور اُس کو لعنت کی اور اس کے واسطے بڑا عذاب تیار کیا (پ ۵ سورہ النساء آیت ۹۳) [2] فیصل اک روشن ستارہ صفحہ ۱۰۴ ؛

حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی وغیرہ بھی ہیں۔ ہم بریلوی علمائے دیوبند کی المہند کے اُس حصّے کی تصدیق کرتے ہیں جس میں نجدیوں کی خبر لی گئی ہے لہذا ہم نجدیوں کے خلاف ہیں، تمام اہلِ حجاز کے نہیں۔

سرپرست سپاہِ صحابہ ضیاءالرحمٰن فاروقی صاحب کی سند دیوبندیوں کے لیے معتبر حیثیت رکھتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ سعودی عرب میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کے افکار و خیالات کی ترقی ہو رہی ہے اور اُسی کی کتابیں سرکاری طور پر نصابِ تعلیم میں شامل ہیں تو ڈاکٹر صاحب بتائیے کہ جب آپ کے بزرگ تمام اصاغر و اکابر "المہند" میں علامہ شامی علیہ الرحمۃ کے حوالہ سے اس قدر شدید و کثیر الزام عائد کر رہے ہیں تو پھر ایسے بدعقیدہ شخص کے متبعین کے پیچھے کون سی دلیل شرعی سے نماز ہو جاتی ہے؟

بخدا آج اس سعودی خاندان کی حکومت اگر ختم ہو جائے اور اس کی بجائے وہی پہلے والے اہل سنت وجماعت سربراہ ہو جائیں تو آپ اُن کے قدموں پر گر کر کہیں گے کہ جلالۃ الملک! حضور والا! ہم تو محمد بن عبدالوہاب نجدی کو فاسق و فاجر، ظالم و سرکش اور باغی و خونخوار کہتے چلے آئے ہیں۔ یہ دیکھیے ہماری "المہند"، نصف صدی سے زیادہ عرصہ کی گواہ ہے اور یہ دیکھیے ہمارے پاکستان کے کامل ولی سرکارِ گولڑہ شریف حضرت سید پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "سیف چشتیائی"، جو پہلی بار مرزا غلام احمد قادیانی کے جواب میں ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی۔ اس میں حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:-

"پس اگر ان پیش گوئیوں کو خارج میں مطابق کر کے دیکھا جائے تو مسلیمہ کذاب اور اسود عنسی اور حمدان بن قرمط اور محمد بن عبدالوہاب کے بعد یہی قادیانی صاحب ہیں جنہوں نے اپنے

کو نبی سمجھا۔" [1]

یعنی دیو بندیوں نے آنے والے خطرات کے پیش نظر پہلے سے ہی "پیش بندی" کر رکھی ہے کہ دونوں طرح سے اپنا کام چلتا رہے۔ یاد رہے کہ دیو بندی حضرات قبلہ پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ کا بے حد احترام کرتے ہیں مگر یہ صرف ظاہری احترام ہے جو دھوکہ ہے، فریب ہے۔ اُن کے عقائد کو نہیں مانتے۔ بالکل اسی طرح جیسے مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنے مرید مولوی صادق الیقین سے کہا تھا کہ میاں! تم ہمارے مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے ملنے تو جا رہے ہو مگر اُن کے افعال و اعمال دیکھ کر اُن کے نہ ہو جانا کہ زمین و آسمان کا فرق ہے (تذکرۃ الرشید) حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور پیر مہر علی شاہ گیارھویں شریف کو ماننے والے، یہ مریدین اُسے حرام کہنے والے۔ وہ میلاد و قیام کے عاشق، یہ اُسے بدعت قرار دینے والے، وہ نجدیوں کے خلاف، یہ نجدیوں کی جوتیوں میں پانی پینے والے، وہ عطائی علمِ غیب، استمداد واستعانت اور زیارتِ قبور کے قائل، یہ ان عقائد کو شرک سے تعبیر کرنے والے، مرشدین اور مریدین کا کہیں اتفاق نہیں۔ مگر پوچھے تو آداب و القاب کے ڈھیر لگا دیں گے۔ کیسی چالاکیاں ہیں اور کیا چال بازیاں ہیں!

تو بات ہو رہی تھی ڈاکٹر صاحب کی اُس عبارت کی جو انہوں نے

---

[1] سیف چشتیائی صفحہ ۹۷۔

ضروری نوٹ:۔ ۱۹۸۱ء کی شائع کردہ "سیف چشتیائی" میں محمد بن عبدالوہاب کا نام خارج کر دیا گیا ہے۔ جس کی وضاحت اسی ایڈیشن کے آخر "اصلاح نامہ" میں کی گئی ہے۔

سُنّی بریلویوں کے خلاف لکھی ہے کہ یہ لوگ وہاں جاکر اُن کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھتے۔ نمازیں اس لیے نہیں پڑھتے کہ وہاں محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتابوں کی تعلیم ہے۔ اور اس شیخ نجدی کی کتابوں سے متعلق سید پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف کے سوانح نگار لکھتے ہیں :-

" محمد بن عبدالوہاب کا جو رسالہ علمائے مکّہ کی طرف بطورِ دعوت وحجّت بھیجا گیا تھا اُس میں تحریر تھا کہ :-

" جو شخص نبی کو اپنا ولی اور شفیع سمجھتا ہے وہ اور ابوجہل شرک میں برابر ہیں، جو شخص اپنی حاجت کے وقت یا محمد کہتا ہے اگرچہ ان کے متعلق سب باتوں میں بندۂ عاجز ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو تو بھی مشرک ہو جاتا ہے۔ اور مجھے ان باتوں میں ہمارا شیخ ابن تیمیہ بس ہے۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ محمد کی قبر اور مشاہد اور مساجد اور آثار کی طرف سفر کر کے جانا شرکِ اکبر ہے "

اسی رسالہ میں مزید تحریر ہے :-

" اَمَّا السَّابِقُوْنَ فَاللَّاتُ وَالسُّوَاعُ وَالْعُزّٰی وَاَمَّا اللَّاحِقُوْنَ مُحَمَّدٌ وَّعَلِیٌّ وَعَبْدُ الْقَادِرِ ـــــ

(معاذ اللہ) پہلے بُت لات اور سُواع اور عزّٰی تھے اور پچھلے بُت محمّد اور علی اور عبدالقادر ہیں ـ " [1]

چند سطور بعد لکھا ہے :-

" پس عرب معاصرین نے کچھ غلط نہیں کہا تھا کہ ابن عبدالوہاب نے علم کی کسی صنف میں بھی تکمیل نہیں کی تھی اور طالب علمی کے ایّام میں

---

[1] مہرِ مُنیر صفحہ ۲۶۲ ؛

محض مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی (جھوٹے مدعی نبوت) کے سوانحات ہی پڑھتا رہتا تھا۔" [1]

بتائیے! گولڑہ شریف والوں کا آپ حکم کیوں نہیں مانتے۔ انہیں رحمۃ اللہ علیہ بھی کہتے ہیں اور تمام عقائد میں اُن سے اختلاف بھی کرتے ہیں کہ جو وجہِ نزاع بنے ہوتے ہیں۔ یہ دورنگی کس لیے اور کیونکر ہے ؟

تو ڈاکٹر صاحب! اب بتائیے آپ نے بھی حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کو بطریق ادب و احترام اپنی اس کتاب کے صفحہ ۲۴۴ پر بطورِ سند پیش کیا ہے۔ ان کے خیالات آپ نے ملاحظہ فرما لیے اور نجدی شیخ کا عقیدہ بھی آپ نے پڑھ لیا۔ کیا ایسے بدعقیدہ شخص کے متبعین کے پیچھے شرعاً نماز جائز ہے ؟ آپ تو پڑھ ہی لیں گے اور پڑھتے بھی ہیں کیونکہ آپ کے مولوی رشید احمد گنگوہی کے مطابق شیخ نجدی عمدہ عقائد کا مالک تھا۔ (فتاوی رشیدیہ)

ایک خبیث عقیدہ تو آپ نے سوانح پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ میں پڑھ لیا کہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو اس زمانے کے بُت کہا (العیاذ باللہ تعالیٰ) اور اس کے باقی عقائد پڑھنے ہوں تو "گنبدِ خضرا" از مولانا محمد معراج الاسلام اور "تاریخ نجد وحجاز" از مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ملاحظہ فرمالیجئے۔ رہی بات اُن حجاج کرام کی جو وہاں جا کر نجدی آئمہ کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور اگر آپ سوال کریں کہ اُن کی نماز پھر کیسے ہو جاتی ہے تو اس کے لیے علامہ احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ کے مضمون "بدعقیدہ

---

[1] مہر منیر صفحہ ۲۶۲، ۲۶۳ ؛

امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم" کی طرف رجوع کیا جائے جو کہ "مقالاتِ کاظمی" حصہ سوم صفحہ ۲۱۸ پر موجود ہے۔ انشاء اللہ العزیز تسلی ہو جائے گی۔

شورش کاشمیری کے تاثرات

وہ دیوبندی علماء و مفاظر جو سُنّی بریلویوں کے خلاف ہمہ وقت زہر اُگلنے میں مصروف رہتے ہیں، اپنی تقریر میں وزن پیدا کرنے کے لیے شورش کاشمیری دیوبندی کے اشعار ضرور پڑھتے ہیں جو انہوں نے ہمارے خلاف لکھے ہیں۔ یہ اشعار سُن کر دیوبندی بڑے اُچھل کُود کرتے ہیں۔ حالانکہ شاعر گھر کا ہو تو پھر اُچھل کُود چہ معنی دارد۔ بہرحال شورش کاشمیری نے شاہ فیصل کے دورِ حکومت میں ۱۹۶۹ء میں سعودی عرب میں چودہ دن گزارے اور ان تاثرات کو اپنی مشہور کتاب "شب جائے کہ من بودم" میں لکھ دیا۔ شورش کاشمیری مسلکِ دیوبند کے معروف نقیب ہونے کے ساتھ ساتھ مشہور اہلِ قلم اور صحافیوں میں شمار ہوتے تھے۔ مآثر و مشاہد اس طرح بیان کرتے ہیں :-

سعودی حکومت نے عہدِ رسالت کے آثار، صحابہ کرام کے مظاہر اور اہلِ بیت کے شواہد اس طرح مٹا دیئے ہیں کہ جو چیزیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر محفوظ کرنی چاہیے تھیں، وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر محو کر دی گئی ہیں۔ کہیں کوئی قبر یا نشان نہیں، لوگ بتاتے اور ہم مان لیتے ہیں۔ حکومت کے نزدیک ان آثار و نقوش اور مظاہر و مقابر کا باقی رکھنا بدعت ہے۔ عقیدہ توحید کے منافی ہے، سنتِ رسول کے خلاف ہے، لیکن عصرِ حاضر کی ہر بدعت، جدہ ہی میں نہیں پورے حجاز میں موجود ہے بلکہ بڑھ کر پھیل رہی ہے۔ کیا قرآن و سنت کا اطلاق

اس پر نہیں ہوتا؟ شاہ فیصل کی تصویریں ہوٹلوں میں لٹک رہی ہیں انہیں حکومت نے خود مہیا کیا ہے، ایئر پورٹ پر اترتے ہی شاہ فیصل کی تصویر پر نظر پڑتی ہے، قہوہ خانوں اور ریستورانوں میں ان تصویروں کی بھتات ہے لیکن اس میں کوئی بدعت نہیں۔ بدعت اسلاف کی یادیں بنانے اور باقی رکھنے میں ہے۔“ [1]

ڈاکٹر خالد محمود صاحب! آپ نے برطانوی استبداد کے کڑوے پھل کا ذکر کیا تھا، ذرا شورش صاحب کی بھی سنیے:-

”آل سعود کی حکومت یورپ کی ہر چیز سے متمتع ہو رہی ہے۔ حتیٰ کہ طبیعت نوجوان رکھنے کا یہ سامان یہاں موجود ہے...... لیکن ہم تاریخ کی اس دولت سے جو سرورِ کونین کے سوانح و افکار پر روشنی ڈالتی ہے اور عظیم المرتبت صحابہ کے حالات و کوائف سے آگاہ کرتی ہے، ایک ایسا برتاؤ کر رہے ہیں کہ اس پر اغماض و استبداد (چشم پوشی اور ظلم و قہر) دونوں کا اطلاق ہوتا ہے۔“ [2]

مزید لکھتے ہیں:-

”حضرت خدیجہ کی قبر پر نگاہ کی، ام المومنین کا مزار ــــــ؟ میں کانپ اٹھا۔ میرا دل دھک دھک کرنے لگا۔ مسلمانوں نے اپنی بیویوں کے تاج محل بنا ڈالے، لیکن جس عورت کو پیغمبر آخر الزمان کی پہلی شریک حیات ہونے کا شرف حاصل ہوا، جو فاطمۃ الزہراء کی ماں تھیں، وہ ایک قبر ویران میں پڑی ہیں، میں اپنے تئیں ضبط نہ کر سکا، آنکھوں میں بدلیاں آگئیں۔ میں نے کہا...... کیا خدیجۃ الکبریٰ مکی زندگی نہیں گزار رہیں۔ حضور کو بعثت سے پہلے گیارہ سال ستایا گیا، ام المومنین

[1] شب جائے کہ من بودم صفحہ ۲۳ ملخصاً ؛ [2] ایضاً صفحہ ۶۸ ؛

کو اب ستایا جا رہا ہے ...... جو لوگ اس کا نام قرآن و سنت رکھتے ہیں، وہ خود کس منہ سے تاج شہی پہنتے ہیں، اونچے اونچے محل بناتے ہیں، محمد عربی کی دولت سمیٹتے اور اس کا نام خزانہ شاہی رکھتے ہیں۔ جس ذاتِ اقدس کے صدقہ میں عزتیں پائی ہیں، اس کے آثارِ اقدس کی یہ بے حرمتی! یہ قرآن و سنت نہیں، اہانت اور صریح اہانت ہے۔" [1]

آثار و مقابر کی تباہی و بربادی اور خستہ حالی کا جو نقشہ اور جن الفاظ میں شورش کاشمیری نے پیش کیا ہے، ایک مسلمان کا کلیجہ اُسے پڑھ کر مُنہ کو آنے لگتا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:-

"جنت البقیع ان گیارہ میں سے نو کی آخری آرامگاہ ہے لیکن حکمرانوں کی شرعی خشونت (عداوت و نفرت) کا شکار، رسول اللہ کے اہلِ بیت، رسول کی اولادیں، رسول کے ساتھی، رسول کے جاں نثار، رسول کے جانشین، رسول کے فدائی حتیٰ کہ رسول کو گود میں کھلانے والی حلیمہ سعدیہ یہاں اس طرح لیٹی ہوئی ہیں، جس طرح گمنام ادیبوں کے ادھورے مسودوں پر عبارتیں، قلم کی کثرت بیونت سے دم توڑ دیتی ہیں....... آہ حمزہ کا رونے والا کوئی نہیں! ہندہ نے تو حمزہ کا کلیجہ چبایا تھا، لیکن انہوں نے حمزہ کی قبر چبا ڈالی ہے۔" [2]

شورش کاشمیری نے آثار و مقابر کے ساتھ سعودی حکمرانوں کے وحشیانہ سلوک پر زبردست احتجاج کیا ہے۔ شورش واپس پاکستان آتا ہے، جنت البقیع میں مزارات کی ویرانی و خستگی اُس کے دِل کا خون نچوڑے ہوتے ہے، مگر سرکارِ رسالت مآب صلی اللہ

---

[1] شفیہ جائے کہ من بودم صفحہ ۷۱، ۷۲، [2] ایضاً صفحہ ۱۶۱ تا ۱۶۹ ملخصاً:

علیہ وآلہٖ وسلم کے جگر کے ٹکڑے سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے مزار کی بے حرمتی اُسے سراپا درد بنائے ہوئے ہے، اُس کے ذہن میں غم و اندوہ کے طوفان ہیں، روح افسردگی کی بھٹی میں جل رہی ہے۔ آخر اُس کا یہ درد اور یہ غم و اندوہ روشنائی کی صورت میں قلم سے ٹپکنے لگتا ہے اور صفحۂ قرطاس پر بکھر کر فریاد کرنے لگتا ہے :۔

فاطمۃ الزہراءؑ کے مزار پر

جنّت البقیع میں مزارات کی حالت حد درجہ ناگفتہ بہ ہے، پہلو میں فلک بوس عمارات کھڑی کی جا رہی ہیں اور بہت سی قد آور عمارتیں کھڑی ہو چکی ہیں۔ جس پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بھر پکا مکان نہ بنایا، اس کے نام لیوا بنگلوں اور محلّوں میں رہ رہے ہیں لیکن جنت البقیع ہی ایک ایسی جگہ ہے، جہاں قبروں کو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی "ہدایت" پر یارانِ نجد نے عبرت کے نوشتے بنا رکھے ہیں، گویا اسلاف کی قبروں پر "سنّتِ نبوی" نافذ ہے لیکن خود زندہ قبریں سنگِ مرمر کے محلوں میں رہ رہی ہیں۔

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزارِ اقدس پر میرے اشکبار دل کی، جو حالت ہوئی، عرض کرنا مشکل ہے، ایک ویرانہ میں ماں پڑی سوتی ہیں، ذرا ہٹ کے امام حسن، امام زین العابدین، امام جعفر صادق اور امام باقر آرام کر رہے ہیں۔ ان کی جڑواں قبروں کے رُوبرُو حضور کے چچا حضرت عباس ابن عبدالمطلب کی قبر ہے۔

ذیل کے اشعار اسی حاضری کی یادگار ہیں۔ شورش کاشمیری۔

اس سانحہ سے گنبدِ خضریٰ ہے پُرملال
لختِ دلِ رسول کی تربت ہے خستہ حال

دل میں ٹھٹھک گیا کہ نظر میں سمٹ گیا
اس جنّت البقیع کی تعظیم کا خیال

طیبہ میں بھی ہے آلِ پیمبر پہ ابتلا
اس ابتلا سے خاطرِ مومن ہے نڈھال

سوتے ہوئے ہیں ماں کی لحد ہی کے آس پاس
اُڑتی ہے دُھول مرقدِ آلِ رسول پر
افتادگانِ خواب میں آلِ ابو تراب
فرِ شہی روا ہے پیمبر کے دین میں
اسلام اپنے مولد و منشا میں اجنبی
توندیں بڑھی ہوئی ہیں غریبوں کے خون سے
جس کی نگاہ میں بنتِ نبی کی حیا نہ ہو
پھٹتی ہے یوں، تو صبح بھی ہوتی ہے بالضرور
کب تک رہے گی آلِ پیمبر لُٹی پُٹی
از بسکہ ہوں غلامِ غلامانِ اہلبیت

پورِ خلیل، سبطِ پیمبر، علی کے لال
ہوتا ہے دیکھتے ہی طبیعت کو اختلال
اب تک دبی ہے گردشِ دوراں کی چال ڈھال
لیکن حرام شئے ہے مقابر کی دیکھ بھال
تیرا غضب کہاں ہے خداوندِ ذوالجلال
محلوں کی آب و تاب ہے حکام پر حلال
اُس شخص کا نوشتۂ تقدیر ہے زوال
پھرتے ہیں روز و شب، تو پلٹتے ہیں ماہ و سال
کب تک رہیں گے جعفر و باقر شکستہ حال
ہر لحظہ ان کی ذات پہ قربان جان و مال

کیا یونہی خاک اُڑے گی مزاراتِ قدس پر
فیصل کی سلطنت سے ہے شورش مرا سوال [۱]

جن نجدیوں کے عقائد پر علمائے دیوبند بھی برس رہے ہیں اور عقیدہ لکھنے سے قبل نقلِ کفر کفر نباشد کے الفاظ لاتے ہیں اور مقدس مقامات اور مزارات کی ویرانیوں اور بربادیوں سے متعلق سراپا فریاد بن کر کہتے ہیں کہ اے خداوند کریم! تیرا غضب اور قہر کہاں ہے جو سعودی حکمرانوں پر نہیں پڑ رہا اور اُس کے زوال کی دُعا کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی نگاہ میں بنتِ نبی کی حیا تک نہیں۔ اور آج جو امریکیوں کو انہوں نے اپنے سر کا تاج بنا رکھا ہے، یہودی عیسائیوں سے المدد المدد پکار رہے ہیں۔ بے دینوں سے دوستی و یارانہ گانٹھ رکھا ہے۔ گھر میں بُلا کر شراب و شباب کی اجازت دے رکھی ہے۔ سؤر کا گوشت منگوایا جا رہا ہے، یہودی عورتیں ننگ دھڑنگ

۱؎ ہفت روزہ چٹان لاہور بابت ۹ مارچ ۱۹۷۰ء

دندناتی پھرتی ہیں، ساری دولت یہودیوں کے قبضہ میں دے رکھی ہے، شخصی حکومت قائم ہے، عیش و عشرت کے جام لنڈھائے جارہے ہیں، ستر ستر عورتیں گھر میں بٹھا رکھی ہیں طاقتوں پہ طاقتیں دے دے کر نوجوان لڑکیوں کو زندہ درگور کیا جارہا ہے، لہو و لعب اور کھیل تماشوں میں زندگی بسر کی جارہی ہے، آثار و مقابر پہلے سے زیادہ ویران کر دیئے گئے ہیں، جنت البقیع کو کھنڈر بنا دیا گیا ہے جبکہ اپنے محلات میلوں پھیلتے چلے جارہے ہیں، بقول شورش کاشمیری ۱۹۶۹ء میں اگر اسلام اپنے مولد و منشا یعنی مکہ اور مدینہ میں اجنبی تھا تو آج چوبیس سال بعد اُس کی حالت کیا ہو گی۔ جن کے عقائد و اعمال کا یہ حال ہو کیا ایسے آئمہ کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے ؟

دیوبندیت کے متوالوں سے گزارش ہے کہ وہ المہند اور شہاب ثاقب اٹھا کر ڈاکٹر خالد محمود صاحب کے آگے رکھیں اور اُن کے مندرجات پڑھ کر پوچھیں کہ اس نجدی شیخ کے پیروکاروں کے پیچھے شرعاً نماز ہو سکتی ہے ؟

اور ہاں اپنے علماء کو یہ ضرور بتانا کہ "شہاب ثاقب" کے مصنف تک تو شیخ نجدی سے متعلق معلومات صحیح نہیں پہنچ سکیں اور جو کچھ کسی نے خبر دی، اُس کے خلاف لکھ ڈالا لیکن یہ اور دو جنوں معتبر و مستند دیوبندی مُصَدِّقِینِ اَلْمُہَنَّد کس "بھلکھے" میں مارے گئے۔

نتیجہ :- اگر آپ کے بزرگوں کو سچا مانا جائے تو آپ جھوٹے ٹھہرے جو نجدیوں کے پاؤں دھو دھو کر پی رہے ہیں اور اگر نجدیوں کے عقائد کو برحق مانا جائے تو آپ کے بزرگ جھوٹے، جنہوں نے کفریہ عقیدے اُن کی طرف منسوب کئے۔ آپ تو اپنے بزرگوں سے بھی مخلص نہیں۔ کچھ مانتے ہیں اور کچھ نہیں مانتے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مالی

فائدے کی خاطر اپنے بزرگوں کے خلاف کھلی بغاوت کر کے نجدیوں کے چرنوں پہ سر ٹیک دیئے۔

پورا دین نہ مکّہ میں نہ مدینہ میں

آپ کے حکیم الاُمّت مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں :-

"(حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے) فرمایا کہ ایک بزرگ نے لکھا ہے کہ ایک ایسا زمانہ آوے گا کہ نیک لوگ مکّہ سے چلے جاویں گے، یہ وہی زمانہ ہے، اس زمانہ میں پورا دین نہ مکّہ میں ہے نہ مدینہ میں۔ اس زمانہ میں دیندار وہ ہے کہ پہاڑ پر جا کر مصروف ذکرِ الٰہی ہو"۔ ؎

یہی بات بالفرض امام احمد رضا لکھتے تو آپ کی مطالعۂ بریلویت میں ایک اور عنوان کا اضافہ ہوتا۔ "پہاڑوں کو مکے مدینے پر فضیلت" اور تبصرہ فرماتے کہ احمد رضا کے دل میں اگر مکّہ معظمہ کی قدر و منزلت ہوتی تو یہ نہ لکھتے کہ نیک لوگ مکّہ سے چلے جاویں گے اور خدا جانے کن کن الزامات کی بوچھاڑ کی جاتی۔ اب فرمان حضرت حاجی صاحب کا 'تشہیر کرنے والے حکیم الاُمّت تھانوی صاحب' ہے کوئی انصاف پسند دیوبندی جو ڈاکٹر صاحب کی گردن کو اوپر سے پکڑ کر اس عبارت کی وضاحت طلب کرے کہ دینداری کی لذّت مکّہ میں رہ کر ہے یا دُور پہاڑوں پر ؟

دار العلوم دیوبند کی کعبۃ اللہ سے افضلیت

(حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

مسجد دار العلوم دیو بند کی نورانیّت اور تقدّس کا حرمِ کعبہ کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے "مبشرات" کا مصنف لکھتا ہے :-

"مکہ معظمہ کے مشہور مجاوِر (خادم) بزرگ جس کا نام محب الدین تھا، دار العلوم (دیو بند) میں جب تشریف لائے تھے تو یہاں کی جماعت (نماز) میں شریک ہو کر اپنی کشفی احساس یہ ظاہر کرتے تھے کہ جس کیفیت کی یافت (فائدہ اور آمد) یہاں کی جماعت میں ہوتی ہے اب تو حرم کی جماعت میں بھی اس کیفیت کو نہیں پاتا۔" [1]

جناب یہ ہے برطانوی استبداد کا کڑوا پھل جو ساری سُنّیت کو چکھنا پڑ رہا ہے اور دیکھتے دیکھتے دیو بندی مذہب مکہ و مدینہ کی ایسی ہی گستاخیوں سے ترتیب پا گیا ہے کوئی صاحب انصاف دیو بندی جو ڈاکٹر صاحب کا کان پکڑ کر پوچھے کہ "اب تو حرم کی جماعت میں بھی اس کیفیت کو نہیں پاتا۔" کا مطلب کیا ہے اور بیت اللہ سے زیادہ لذّت و یافت دار العلوم دیو بند میں کس طرح آگئی؟

حرمِ پاک میں علیحدہ جماعت

آج ہمیں بڑے دھوم دھڑکے سے کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ "امامِ کعبہ" کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے مگر بے چاروں کو اپنے گھر کی خبر نہیں۔ ساری دُنیا اس حقیقت سے باخبر ہے کہ سعودی نجدی خاندان سے قبل وہاں اہل سُنّت و جماعت کا دَور دورہ تھا، جن کا عقیدہ آج کے بریلویوں کی طرح تھا اور جن کو محمد بن عبد الوہاب نے سعودی خاندان سے مل کر مشرک قرار دے کر صفحہ ہستی سے اُڑانے کی کوشش

(حاشیہ صفحہ سابقہ) [1] امداد المشتاق صفحہ ۸۵ مکتبہ اسلامیہ بلال گنج لاہور۔

(حاشیہ صفحہ موجودہ) [1] مبشرات دار العلوم صفحہ ۳۲ ؛

کرتا رہا اگرچہ وہ اپنے اس ناپاک مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا سوائے اقتدار حاصل کرنے کے۔ اُسی دَور میں امام الوہابیہ ہند مولوی اسماعیل دہلوی اور اُن کے مرشد سیّد احمد صاحب بریلوی وہابیت کے رنگ میں رنگے رنگائے بغرضِ حج مکہ پہنچے۔ جب وہاں پہنچے تو اپنی جماعت الگ کرانے لگے۔ اُن سے متعلق دیوبندیوں کے معتبر عالم مولوی سیّد ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں :-

"مشورہ سے طے پایا کہ جب تک لوگ حرم میں تراویح پڑھیں، آپ یہاں لوگوں کا قرآن سُنیں۔ شور بند ہونے کے بعد مطاف میں اپنی جماعت علیحدہ کی جائے۔" [1]

اسی طرح معروف دیوبندی مؤرخ غلام رسول مہر بھی لکھتے ہیں کہ سیّد صاحب نے اپنے مریدوں کو حکم دیا :-

"جب دوسرے لوگ فارغ ہو جائیں تو اپنی جماعت کھڑی ہو۔" [2]

ڈاکٹر صاحب! وہ دوسرے لوگ کون تھے؟ مسلمان تھے یا کافر؟ (معاذ اللہ) مسلمان تھے تو آپ کے امام الوہابیہ نے اُن کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھی اور اگر معاذ اللہ مشرک تھے تو پھر اُن کا قبضہ ثابت ہوا۔

حرم کا مؤذن مردود

جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ سعودی حکومت سے پہلے وہاں اہلِ سُنّت کا دَور دَورہ تھا اس لیے سیّد احمد صاحب کے ایک مرید مولوی عبدالحق نیوتنوی جو کہ کم علم مگر تیز مزاج تھے، حرمِ پاک میں پڑھے جانے والے درود و سلام سے بہت چڑتے تھے۔ مولانا عبدالفتاح گلشن آبادی لکھتے ہیں :-

[1] سیرت سیّد احمد شہید صفحہ ۲۶۶ بحوالہ "دنیائے اسلام کے اسباب و زوال" [2] سیّد احمد شہید ص ۲۲۲

"صبح کی اذان کے اوّل حرم محترم کے اطراف کے میناروں پر مؤذن چڑھ کر درود اور سلام بآوازِ بلند پڑھتے ہیں، (مولوی عبدالحق) اس کو رجیم (یعنی مردود) کہتے ہیں۔"[۱]

اہلِ حرمین بدعتی

سید احمد نے پنجتار سے روانگی کے وقت اپنی ازواج کے بارے میں وصیت کی کہ اگر میں مارا گیا تو تم حرمین شریفین چلی جانا۔

پھر فرماتے ہیں:-

"وہی سرزمین ہے جہاں دین خلل سے محفوظ رہے گا اگرچہ بدعات سے وہ ملک بھی خالی نہیں۔"[۲]

ڈاکٹر صاحب سے خاص سوال

آپ نے اپنی کتاب مطالعہ بریلویت جلد دوم میں لکھا ہے:-

"وہ کون سے مسلمان ہیں جو حرمین شریفین کے علماء پر طعن کریں اور اُن کے عقائد قرآن و حدیث کے خلاف تصوّر کریں۔"[۳]

آپ کا یہ کُلیہ صرف سعودی خاندان کے حکومتی دَور کے لیے مخصوص ہے یا اس کا اطلاق ہر زمانے کے علمائے حرمین کے لیے ہے۔ اگر سعودی خاندان کے حکومتی دَور تک ہی مخصوص ہے تو آپ کا یہ عقیدہ ہو گیا کہ اس سے قبل یا بعد کے کسی زمانے میں قرآن و حدیث کے خلاف بھی عقائد رکھنے والے علماء موجود تھے یا ہو سکتے ہیں، یوں آپ ہمارے مؤقف کے

---

[۱] تحفہ محمدیہ صفحہ ۱۱۸ بحوالہ حقائق تحریک بالاکوٹ ص۶۲۔

[۲] سید احمد شہید صفحہ ۲۰۷ از غلام رسول مہر۔

[۳] مطالعۂ بریلویت ج ۲ صفحہ ۳۹۵

ساتھ متفق نظر آتے ہیں اور آپ کا ہم پر مذکورہ بالا اعتراض قطعی بیجا ہے۔ اور اگر آپ کے اس کلیے کا اطلاق ہر زمانہ کے علمائے حرمین کے لیے ہے تو پھر بھی آپ کی اس دلیل کی بساط اُلٹ گئی، اس لیے کہ آپ کے "مرشد برحق" اور مصلح و مقتدا محمد بن عبدالوہاب نجدی نے علمائے حرمین طیبتین پر نہ صرف طعن کیا بلکہ مشرک سمجھ کر سینکڑوں علماء کی گردنیں اڑا دیں اور اُن کے ہزاروں معتقدین کے خون کی ندیاں بہا کر صحرائے عرب کو رنگین بنا دیا۔ اب آپ اپنی عبارت پھر سے ایک بار پڑھیں اور بتائیں کہ شیخ نجدی نے سعودی اُمراء سے مل کر علمائے حرمین کو کس لیے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اگر علمائے حرمین پر صرف طعن کرنے والے مسلمان نہیں تو علمائے حرمین کو مشرک سمجھ کر قتل کرنے والے اور اُن قاتلین کو اپنا مقتدا و پیشوا ماننے والے کس طرح توحید کے ٹھیکیدار بن سکتے ہیں۔

اور اب تو آپ خود بھی اعتراض کے قابل نہیں ہے کہ بریلوی "امام کعبہ" کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے کیونکہ آپ نہ صرف اپنے اکابرین کے باغی ہیں بلکہ اپنی تحریروں کے بھی باغی ہیں۔ دیکھیے اوپر کی اپنی عبارت کہ

"وہ کون سے مسلمان ہیں جو حرمین شریفین کے علماء پر طعن کریں"۔

اگر محمد بن عبدالوہاب نجدی علمائے حرمین کو تہہ تیغ نہ کرتا اور موجودہ سعودی خاندان اور سرکاری آئمہ بقول فاروقی صاحب شیخ نجدی کے پیرو نہ ہوتے تو ہم بریلوی ضرور نماز پڑھتے۔ چونکہ انہوں نے یہ کام کیا ہے اس لیے ہم آپ کی زبان میں کہہ سکتے ہیں کہ

"وہ کون سے مسلمان ہیں جو سینکڑوں علمائے حرمین کے عقائد کو مشرکانہ سمجھ کر اُن کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ لیں"۔

کیا ایسے لوگوں یا ایسے لوگوں کے ماننے والوں کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے۔ اب تو آپ کی اپنی عبارت کے مطابق شیخ نجدی اسلام سے گیا اور اُس کے متبعین کا بیڑا بھی آپ نے غرق کر دیا۔ کیونکہ اُس کا علمائے حرمین کو شہید کرنا آپ کی اپنی کتابوں سے ثابت ہے۔ آپ تو اپنی عبارت کے بھی مخالف ٹھہرے کہ وہاں جا کر اُن کے پیچھے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں جو اُس قاتل کے اوّل درجے کے پیروکار ہیں۔ بنا بریں اگر محض طعن کرنے پر ہم گستاخ ہوئے تو آپ مکّہ مدینہ کے بدرجۂ اولیٰ گستاخ ہوئے۔

کعبہ حقیقی بیت اللہ نہیں

یہی عنوان ڈاکٹر صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۴۰۴ پر ہمارے خلاف دیا ہے، فرماتے ہیں:۔

"بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ کعبہ شریف حقیقی بیت اللہ نہیں، مولوی محمد یار صاحب لکھتے ہیں:۔ "بیت اللہ شریف دو ہیں ایک مجازی اور دوسرا حقیقی، بیت اللہ شریف مجازی تو کعبہ شریف ہے اور بیت اللہ حقیقی انسانِ کامل، اس لیے فرمایا کہ مجاز حقیقت سے رخصت ہو رہا ہے۔"

(شرح دیوانِ فرید ص۳)[۱]

ڈاکٹر صاحب نے اس پر مزید تبصرہ نہیں فرمایا البتہ آگے دو چار عنوان کعبے کی عظمت سے اور دے کر ایسے ایسے جھوٹ کے پلندے گھڑے ہیں کہ ایک دینی سوجھ بوجھ رکھنے والا انسان قرآنی آیت لعنۃ اللہ علی الکٰذبین پڑھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ رہا مولانا محمد یار صاحب کا یہ کہنا کہ کعبہ حقیقی بیت اللہ نہیں، یہ بس تھوڑی سی سمجھنے کی بات ہے۔ جب حضور

۱۔ مطالعۂ بریلویت ج ۲ صفحہ ۴۰۴ ؛

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حکم ہوا کہ رُخِ انور بیت المقدس کی طرف کر کے نماز پڑھیں تو سولہ سترہ ماہ تک بیت المقدس قبلہ رہا۔ عین اس وقت اگر کوئی حضور کا طریقہ چھوڑ کر مکہ میں بیت اللہ کی طرف مُنہ کرتا تو اسلام سے خارج ہو جاتا۔ پھر جب بیت المقدس سے ہٹا کر دوبارہ بیت اللہ کی طرف مُنہ کرنے کا حکم دورانِ نماز آ گیا تو تمام صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیچھے پھر گئے۔ اب صورتحال یہ بن گئی کہ چند لمحے قبل جو بیت المقدس قبلہ اور ایمان کی علامت تھا، اب اگر کوئی اُدھر مُنہ کر کے نماز پڑھتا تو اسلام سے فوراً نکل جاتا۔

معلوم ہوا کہ قبلہ سمتوں کا نام نہیں بلکہ اصل قبلہ تو خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کامل و اکمل اپنی ذات ہے۔ حقیقی قبلہ تو میرے آقا محمد مصطفٰے علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام کی محترم ذات ہے۔ مولانا محمد یار صاحب کا یہی مطلب تھا کہ ہدایت تو انسان سے ہی ملتی ہے، ورنہ کعبۃ اللہ تو اس وقت بھی موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام اسی لیے مبعوث فرمائے کہ وہ لوگوں کو گمراہی سے نکالیں اور انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد اولیائے کرام یہ فریضہ سر انجام دے رہے ہیں۔ گویا کعبے کا احترام بھی کسی کامل انسان کی رہنمائی ہی سے پیدا ہوتا ہے۔

گھر کی شہادت

میری فطرتِ ثانیہ ہے کہ مخالف کو مُشکت و مبہُوت کرنے کے لیے دلیل بفضلِ خدا اُس کے گھر سے لاتا ہوں اور دلیل بھی ایسی کہ مخالف صمٌ بکمٌ کی عملی تصویر بن جائے۔ دیوبندیوں کے جامع المجددین اور حکیم الاُمّت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب بھی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی علیہ الرحمۃ کے مُرید ہیں۔ مگر پیر کا اور رنگ اور ہے مرید کا رنگ اور۔ بہر حال تھانوی صاحب اپنے پیر حضرت حاجی صاحب سے متعلق بیان کرتے ہیں:-

"(حاجی صاحب نے) ارشاد فرمایا کہ شریف (شریف مکہ) یا اور کوئی حاکم میرا کیا کر سکتے ہیں، بہت سے بہت اتنا کر سکتے ہیں کہ مکہ معظمہ سے مجھ کو جلاوطن کر دیں۔ سو یاد رکھو کہ میں جہاں بیٹھ جاؤں گا، میرا وہی مکہ اور وہی مدینہ ہے اور حقیقت مکہ کی فلاں مقام ہے، اس ظاہری مکہ اور مدینہ پر کچھ موقوف نہیں۔ یہاں تک تو حضرت صاحب کو جوش تھا، پھر سنبھل کر ارشاد فرمایا کہ البتہ جو لوگ جامع ہیں وہ حقیقت کے ساتھ صورت کی بھی رعایت رکھتے ہیں اور ظاہری مکہ و مدینہ کو بھی نہیں چھوڑتے۔" ؎

ڈاکٹر صاحب! اگر آپ اوندھے منہ گر جانے سے بچ ہی نکلے ہیں تو پیشانی سے عرق ندامت پونچھ کر اپنے حکیم الامت تھانوی صاحب کی عبارت بار بار پڑھیں، بار بار پڑھیں اور پڑھتا جا، شرماتا جا۔ یہی عبارت تھانوی صاحب کی بجائے کسی سُنّی عالم کے قلم سے نکلی ہوتی تو آپ طعن و تشنیع کے تیروں سے اس کا جگر چھلنی کر دیتے اور خدا جانے کیسے کیسے تبصرے چھانٹ کر لاتے۔ اب جبکہ یہ "سانحہ" گھر میں رونما ہو چکا ہے تو دیکھئے ڈاکٹر صاحب کس طرح تحفظ فرماتے ہیں۔ ہاں یہ خیال رکھئے گا کہ جوش کے بعد ہوش آنے پر بھی، جبکہ حاجی صاحب سنبھل چکے تھے، اس وقت بھی فرماتے ہیں کہ جامع لوگ حقیقت کے ساتھ صورت کی بھی رعایت رکھتے ہیں۔ ثابت ہوا کعبۃ اللہ کی حقیقت اور ہے، اور ظاہری صورت اور۔ مگر آپ مخاطب ہیں تو اب یہی آیت کریمہ تلاوت کی جا سکتی ہے اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِى الْعُمْىَ وَمَنْ كَانَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○

چھوٹے میاں سبحان اللہ

بڑے میاں نے دھوکے، دجل، فریب، تلبیس اور جوڑ توڑ کی جو

(حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

کاریگری اور جو کارنامے دکھائے وہ تو آپ ملاحظہ کر چکے، اب ایک ایسی کاریگری ذرا چھوٹے میاں کی بھی دیکھتے جائیے۔ "مطالعہ بریلویت" کے مرتب فاضل جامعہ رشیدیہ ساہیوال، جناب حافظ محمد اسلم صاحب ہیں جنہوں نے ڈنکاسٹر (انگلینڈ) کو اپنا مسکن بنا رکھا ہے۔ وہ کتاب کے شروع کے صفحات میں لکھتے ہیں :-

"اگر کوئی صاحب اس کا جواب لکھنا چاہیں تو وہ اس کتاب کو متن بنا کر ساتھ ساتھ جواب تحریر فرمائیں۔ کتاب ہذا کے لفظ لفظ کو سامنے لائے بغیر اس کا جواب ناکافی اور ناقابلِ اعتناء سمجھا جائے گا۔"

حافظ صاحب کا یہی اعلان و انتباہ اگر کوئی قادیانی، رافضی، عیسائی، پرویزی، غیر مقلد وغیرہ ان پر پلٹ دے تو کیا حافظ صاحب کے بزرگوں کی لکھی گئی تمام کتب (مذکورہ مذاہب کے خلاف) ناکامی و بے کار سمجھی جائیں گی؟ اس کا مطلب ہے کہ مذکورہ مذاہب کے رد میں لکھی گئی تمام کتب پر لکیر پھیر کر رد کر دیا جائے اور قابلِ اعتناء نہ جانا جائے۔ پھر تو دنیا کی کوئی بھی کتاب جو کسی کتاب کے جواب میں کسی مسلمان عالم نے لکھی ہو، قابلِ اعتبار نہیں رہے گی۔ حافظ صاحب سے گزارش ہے کہ وہ اپنا اعلان و انتباہ واپس لے لیں ورنہ اس اصول اور ضابطے کے مطابق وہ اپنا بھٹہ خود بٹھالیں گے۔ دیندار مصنفین کا وطیرہ یہ رہا ہے کہ جواب دیتے وقت مخالف کی وہی عبارت لیتے ہیں جو اُن کے مدعا کو پوری کرتی ہو۔ پوری کتاب کی کتاب کبھی نقل نہیں کی گئی۔ آپ لوگوں کی عبارات لیتے وقت میں نے کوئی دھوکہ کیا ہو تو آگاہ فرمائیے۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ) لہ کراماتِ امدادیہ صفحہ ۱۹، ۲۰ مکتبہ فرقان گوالمنڈی لاہور

(حاشیہ صفحہ موجودہ) لہ مطالعہ بریلویت ج ۲ صفحہ ۱۶

عربوں کی برطانوی حمایت

جناب عبداللطیف سیٹھی اپنے مضمون "فلسطین کا مسئلہ" میں رقمطراز ہیں :-

"چونکہ عربوں نے ترکوں سے بغاوت کر دی تھی، اس شکست سے دُنیا میں اسلامی سلطنت کے حِصّے بخرے ہو گئے۔ تاریخ نے ریکارڈ کیا ہے کہ عربوں کی بغاوت ہر لحاظ سے غیر اسلامی تھی اور اس بغاوت کے نتیجے میں آسمان کی اس نیلی چھت کے نیچے اسلامیوں کی خوب رسوائی ہوئی اور اس ٹریجڈی کے سب سے بڑے فنکار عرب تھے، اور اقبالؔ اس پر خُون کے آنسو رویا ؎

متاعِ قافلۂ ما حجازیاں بردند
مگر زباں نکشائی کہ یار ما عربیست

یعنی ہمارے قافلہ کا مال متاع حجازیوں نے لوٹ لیا لیکن ہم زبان نہیں کھول سکتے کہ ہم اپنے دین کے لیے جس کے نام لیوا ہیں وہ عرب تھا۔

اگر عرب بغاوت نہ کرتے تو ترک جس عزم میں (انگریزوں کے خلاف) میدانِ عمل میں آچکے تھے انہیں شکست نہ ہو سکتی تھی۔ اس کا ایک خطرناک نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ اور بھی مضبوط ہو گیا اور دس کروڑ مسلمان محکومی کی زنجیروں میں جکڑے گئے اور اس سے نوآبادی نظام ایسا مضبوط ہو گیا کہ انگریزوں کی سلطنت پر سُورج نے غروب ہونا چھوڑ دیا۔ ہندوستان کی محکومی کے ساتھ مصر بھی محکوم افریقہ اور دوسرے چھوٹے بڑے اسلامی ممالک بھی انگریز کے زیرِ نگیں ہو گئے اس سے اہلِ اسلام کے ساتھ جو سلوک ہوا وہ ؎

قصّہ ہے دردناک بھی اور دلخراش بھی
آئے کہاں سے دل کہ دیا جائے اس کو طول

سارا ہی مشرق انگریزی استبداد (یعنی ظلم و قہر) کے زیر اثر ہو گیا۔ [1]

یاد رہے کہ پہلی جنگ عظیم میں ترکی برطانیہ کے خلاف تھا اور حجاز وغیرہ یہ سب ترکوں کے قبضے میں تھے۔ سعودی خاندان جو مذہباً محمد بن عبدالوہاب نجدی کا پیرو تھا کئی بار حجاز کو قبضہ لینے کی کوشش کر چکا تھا۔ چونکہ سعودی قبیلہ مذہباً ترکوں سے شدید اختلاف رکھتا تھا اس لیے وہ ترکوں سے بغاوت کر کے برطانیہ کی حمایت میں لگ گیا کہ انگریز انہیں بادشاہ بنانے کا لالچ دے چکا تھا۔ اسی تناظر میں جناب عبداللطیف سیٹھی اپنے مضمون میں آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

"برطانوی امپریلزم کی حمایت کر کے عربوں نے اسلام کی بے حرمتی کر دی، جسے محسوس کیا گیا اور اس کے نتائج ملت اسلامیہ کے حق میں بالخصوص خطرناک نکلے، اگرچہ عربوں کی چند راجدھانیاں قائم ہو گئیں ...... بعد میں جو کچھ عربوں کے ساتھ سلوک ہوا وہ سب کچھ ان کے ساتھ ہونا ہی تھا کیونکہ اسلام کی تعلیمات کی پرواہ نہ کی گئی صرف عرب ازم پر زور دیا گیا اور عرب، غیر عرب کی تمیز فساد آدمیت ہے اس لیے اسلام میں ممنوع ہے۔ اس کے بعد ان چھوٹی چھوٹی راجدھانیوں میں قیصر و کسریٰ طرز کی بادشاہتیں اور سلطانیاں قائم ہو گئیں لیکن اسلام غریب الدیار ہو گیا۔" [2]

اس دردناک پس منظر کی دھمک فلسطین میں بھی محسوس کی گئی۔ مضمون کے مصنف نے مرحوم مفتئ اعظم فلسطین حضرت امین الحسینی کی کتاب سے ایک اقتباس پیش کیا ہے، ملاحظہ فرمائیے:۔

"عربوں نے کسی معاملہ پر بھی سیاسی تدبر کا ثبوت نہ دیا۔ ان کی اکثریت استعمار کی آلہ کار بن گئی تھی اور استعمار نے یہودی مؤقف کی دامے درمے قدمے سخنے مدد کی اور قدرت کی طرف سے اس طرح عربوں کو سزا ملی کہ فلسطین ان کے ہاتھوں

---

[1] روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی ملی ایڈیشن مورخہ ۱۷ نومبر ۹۳ء [2] ایضاً

سے نکل گیا اور یہودی جن پر خدا کی پھٹکار پڑی ہوئی تھی انہیں موقعہ مل
گیا اور اسلام کے سب سے بڑے دینی مرکز پر قابض ہو گئے اور پھر طاقت
پکڑتے چلے گئے اور پھر ایک سپر طاقت کی امداد لینے میں کامیاب ہو گئے اور
اب وہ اس قدر کامیاب ہیں کہ عربوں کو ملیامیٹ کر دینے کے لیے وہ ہر لحاظ
سے مسلح ہیں اور ان کے مقابلہ میں عرب تو ناخواندہ اور ہر لحاظ سے پسماندہ
لوگ ہیں۔ تیل کی دولت تعیش میں صرف کرنے میں دنیا کی سب قوموں
کے عیش و عشرت کے ریکارڈ مات کر رہے ہیں۔" [1]

یہ ہے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تعلیمات کا اثر اور نتیجہ جو بقول ضیاء الرحمٰن
فاروقی صاحب سعودی عرب کے ماتھے کا جھومر بنا ہوا ہے۔

اختتام:۔ ڈاکٹر خالد محمود صاحب! آپ کو جوڑ توڑ کی اس بھیانک کارروائی
پر ملنے والے کروڑوں ڈالروں کی قسم! اگر آپ کو سچائی کا دعویٰ ہے تو مردِ میدان بنیے، مطالعۂ
بریلویت جلد دوم سے متعلق جو کچھ میں نے لکھا ہے اسے غلط ثابت کر دکھائیے یا جو لوگ
آپ کی معاونت میں آیات و احادیث سے برسرِپیکار رہے ہیں، انہیں پھر سے آواز دے کے بلا
لیجئے ہے کوئی آپ علاموں میں ایسا مائی کا لال کہ جو کچھ میں نے اپنے اس مضمون میں پیش کیا
ہے اس کی تغلیط میں قلم اٹھا سکے یا کسی حوالہ میں جوڑ توڑ ثابت کر سکے، ہے کسی میں
جرأت؟ انشاء اللہ العزیز یہ جرأت کسی میں نہیں ؎

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے ٭ یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

---

[1] روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی۔ ملی ایڈیشن مورخہ ۱۸ نومبر ۹۳ء